حدائق الاخلاق

(مصنفہ)

مولانا سید غلام مصطفیٰ صاحب قمرین

(جسکو)

سررشتۂ تعلیمات سرکار عالی نے اسکول فائنل کے نصاب میں شریک فرمایا ہے
نیز سررشتہ مذکور و سررشتۂ تعلیمات پنجاب و ممالک متحدہ نے
انعام طلبہ اور کتب خانوں کیلئے منظور فرمایا ہے

(ناشر)
مکتبہ ابراہیمیہ (امداد باہمی) اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

طبع سوم   تعداد ۵۰۰   قیمت عہ

فہرست مضامین

اقوال مسلّمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبادت

دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت نہ کرتی ہو۔ کسی کے قیام کسی کے رکوع اور کسی کے سجدے کی حالت صاف بتا رہی ہے کہ ساری کائنات اس خدائے یکتا کے ذکر و تسبیح میں مشغول ہے۔ جاندار ہو یا بیجان اُس جان آفریں و جہاں آفریں کی تسبیح و تہلیل کو ہر مخلوق اپنا فریضہ سمجھتی ہے۔ فضائے عالم کا ہر ذرہ نور طاعت سے روشن ہے آسمان رکوع میں ہے، زمیں سجدے میں ہے، پرندوں، چرندوں اور درندوں کو دیکھو کہ سب اسکی بارگاہِ تقدس میں سر جھکائے ہوئے ہیں نباتات میں کوئی بحالتِ رکوع کوئی بحالتِ قیام اپنے فریضہ کو ادا کر رہا ہے، اور جمادات کی افتادگی اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ اس آستانِ عبادت پر جبیں سائی کر رہے ہیں غرض دنیا کی کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو ذکر خدا میں مصروف نہ ہو گوشِ ہوش سے سنو کہ صبح و شام طیور تمہیں کیا سنا رہے ہیں۔ چڑیوں کی چوں چوں میں چون و چرا کی کیا گنجائش کہ وہ ذکر بے چون و چرا کرتی ہیں فاختہ کی کوکو اس بات کی شاہد ہے کہ وہ اپنے خالق کی جستجو کر رہی ہے پپیہے کا ترانہ، عندلیب کا نغمہ، قمری کی صدائے حق سرّہٗ یہ سب خدائے یکتا کے ذکر و تسبیح پر دلالت کرتے ہیں۔

عزیزو! خدائے بے نیاز نے اپنی ہر ایک مخلوق کو کسی نہ کسی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے

اور ایک کو دوسرے پر مدارج کے اعتبار سے فضیلت دی ہے۔ کوئی پتھر ہے، کوئی لعل، کوئی جھوٹا موتی ہے کوئی سچا، کوئی بے ثمر درخت ہے کوئی ثمردار، اور جس کے قابل جو نعمت تھی وہ اس کو ملی، گل کو رنگ و بو، بلبل کو نغمہ، لعل گہر کو آب و تاب، مگر سب سے بڑی اور سب سے اچھی نعمت انسان کو ملی۔ یعنی خدا کی امانت اور انسان کو دوسری نعمتیں بھی جو عطا ہوئیں تو دوسرے حیوانات سے بدرجہا بہتر اور موزوں۔ اونٹ کی خلقت کو دیکھو اور انسان کے تناسب اعضاء پر نظر کرو ہاتھی اور گینڈے کے جثے اور انسان کی نازک بدنی کو میزانِ عقل میں تولو پھر دولتِ عقل بھی جس قدر انسان کو ملی ہے وہ کسی حیوان کو کب میسر ہے۔ یہ اپنی عقل سے ساری مخلوق کو مطیع کئے ہوئے ہے خدائے تعالےٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بناکر بھیجا اور ساری مخلوق کو اس کے لئے پیدا کیا ہے

جو کچھ کہ ہے دنیا میں سب انسان کیلئے ہے
آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لئے ہے

جب اللہ تعالےٰ نے انسان پر اتنی مہربانی کی۔ یہ عزت، یہ حرمت، یہ رفعت، یہ شرافت، یہ قدرت اس کو دی ہے تو انسان کو بھی لازم ہے کہ وہ ان احسانات کا شکر ادا کرے اور شرافت کا مستحق ٹھہرے جو اسکو عطا کی گئی ہے۔ انسان صرف دنیا ہی کے لئے نہیں بلکہ آخرت کے لئے بھی پیدا کیا گیا ہے۔ اس کو فرشتوں کی طرح دن رات تسبیح و تہلیل کی ہدایت نہیں ہوئی ہے بلکہ دینی و دنیوی دونوں کام انجام دینے کا اسے حکم دیا گیا ہے اور دنیوی کام بھی نیک تاکہ اس کی شرافت قائم رہے۔ اگر وہ کھانے پینے، پہننے سونے ہی کی زندگی کو زندگی سمجھے تو یہ اس کی نکبت ہے اور اس کے لئے بڑی شرم کی بات ہے گویا انسان نے اپنے کو نہیں سمجھا اور خدا کی

دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ اگر کسی نے رہبانیت کی زندگی کو پسند کیا تو یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔ جو مخلوق تعلقات سے بری ہے وہ فرشتے ہیں۔ ان کا کام عبادت ہی عبادت ہے۔ انسان کو تو اس سے اہم کام انجام دینے ہیں۔ دنیا میں تمدنی حیثیت سے رہنا، مادر و پدر، زن و فرزند، اعزہ و اقارب، نیز احباب اور بنی آدم کے حقوق ادا کرنا، نیکی کرنا، بدی سے باز رہنا، پھر حق اللہ کا بھی ادا کرنا، انسان کے فرائض ہیں۔ ان اہم فرائض سے گھبرا کر اگر کوئی انسان ترکِ دنیا کرے تو وہ انسان کیا اور کیا اس کی شرافت۔ اور اگر کوئی دنیوی کاموں ہی میں منہمک رہے تو پھر انسان اور حیوان میں کیا فرق۔ جب عالم اخروی سے بھی انسان کو بہت بڑا تعلق ہے اور بے انتہا زمانہ عالم آخرت میں بسر کرنا ہے تو ہر ذی عقل انسان کو اس عالم کی فکر کرنی بھی ضرور ہے انسان جب عدم سے وجود میں آیا تو ہاتھ خالی تھے، نادانی کا زمانہ تھا اس عالم اسباب میں آنے کے بعد اسے سامان دیا گیا عقل دی گئی اور حکم دیا گیا کہ یہاں رہکر دنیا کے کام بھی کرو اور دین کے بھی۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں کو ادا کرے، اور یہیں سے اعمالِ صالحہ کا توشہ ساتھ لیتا جائے کیونکہ دنیا دار العمل، اور عقبےٰ دار الجزا ہے ؎

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزوِ ضعیف   اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لئے

جب کوئی شخص کسی سخت مرض میں مبتلا ہوجاتا یا کسی آفت میں پھنس جاتا ہے تو خدا کو یاد کرنے لگتا ہے اور صحت ہوجاتی یا آفت ٹل جاتی ہے تو پھر یادِ خدا بھی اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔ انسان موت سے ڈرتا ہے مگر خدا سے نہیں ڈرتا۔ مخلوق کی نظر سے چھپا کر جرم و خطا کرتا اور مخلوق سے شرماتا ہے مگر خدا سے نہیں شرماتا جو سمیع و بصیر ہے

ہر وقت ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے کام کو دیکھنا تو کیا اس کی نیت کو بھی جان لیتا ہے
اگر انسان خدا سے ڈرے، خدا سے شرمائے تو فرشتہ سیرت بن جائے بُرائیوں کو
چھوڑ دے، بھلائیاں اختیار کرے۔ خدمت خلق و عبادتِ خالق کر کے دارین میں سرخرو رہے
اگر ہے اشرفِ خلق اے بشر پیدا شرافت کر عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے تو عبادت کر

نیک و بد

تاریخوں میں بزرگانِ سلف کے حالات دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے دوسروں کی فلاح و بہبود کے لئے کیسی کیسی مصیبتیں اٹھائیں، دوسروں کو مالامال کر دیا اور آپ مفلس کے مفلس رہے، دوسروں کی جان بچائی اور اپنی جان دیدی۔ اللہ اللہ یہ ہمدردی یہ ایثار، وہ انسان تھے یا فرشتے۔ خداوندا! اس زمانہ میں ویسے لوگ کیوں ناپید ہیں۔ کیوں آجکل عام طور پر بیدردی پھیلی ہوئی ہے۔ نہ اقربا میں محبت ہے نہ اعزہ میں اُلفت، نہ شناساؤں میں مُروت، نہ عام لوگوں میں انسانی ہمدردی جس کو دیکھو وہ اپنی غرض کا بندہ ہے، زید کا کام خالد اس وقت نکالتا ہے کہ اس سے بھی اپنا کوئی نہ کوئی کام نکلنے کی امید ہو۔ منعم جس پر احسان کرتا ہے اس کو بندۂ زرخرید سمجھ لیتا ہے۔ محسن کے طبع نازک کے خلاف کچھ ہوا کہ آفت آئی۔ سلوک کا دروازہ بند ہوگیا سچی محبت، سچی ہمدردی، لوگوں میں اب کہاں رہی وہ کیسے لوگ ہوں گے کہ اُن کے بُرے وقت میں کسی نے اُن کی مدد نہ کی ہو تو اس کا کچھ خیال نہیں کرتے تھے مگر کسی کی بری حالت اُن سے دیکھی نہیں جاتی تھی وہ تاامکان حاجتمندوں کی حاجت براری کے لئے مستعد رہتے تھے یہاں تک کے اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی خیر سے

درگزر نہ کرتے تھے ؎

بار درختاں سے سیکھے کوئی احسان کا طریق
سنگ مارے ہے جو اسکو وہ ثمر دیتا ہے

یرموک کی لڑائی میں حذیفہ تھوڑا سا پانی لیکر اپنے بھائی کی تلاش میں نکلے کہ وہ کہیں مل جائیں تو ان کو پانی پلائیں۔ کچھ دیر کی جستجو میں وہ مل گئے نہایت مجروح تھے زمین پر پڑے ہوئے تھے حذیفہ نے قریب جاکر پوچھا بھائی صاحب! کیسی حالت ہے کیا پانی پیجئے گا؟ کہا ہاں۔ اسی وقت قریب سے آواز آئی۔ آہ کیا پیاس ہے یہ سنکر حذیفہ کے بھائی نے کہا اب آپ اُدھر تشریف لیجائیے جدہر سے آواز آئی وہ شخص مجھ سے زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے۔ حذیفہ وہاں پہنچے تو دیکھا ہشام ہیں پوچھا پانی چاہئے کہا ہاں۔ ایسے میں ایک اور آواز قریب سے سنائی دی "پانی پانی" ہشام نے فرمایا۔ جائیے (اشارہ سے) اُدھر جائیے۔ وہ شخص پیاس سے نہایت بیتاب ہے حذیفہ اس شخص کے پاس پہنچنے تک اس کی جان نکل چکی تھی وہاں سے ہشام کی طرف پھرے تو ان کی روح بھی پرواز کر چکی تھی پھر اپنے بھائی کی طرف گئے تو وہ بھی مرچکے تھے یہ حسرتناک نظارہ دیکھتے ہوئے حذیفہ اپنی جگہ واپس چلے آئے۔

اللہ اللہ۔ یہ ایثار کہ سب کے سب مجروح، نزع کا عالم، پیاس کی حد انتہا نہیں ایسے وقت میں بھی ہر ایک جاں بلب کی یہی آرزو تھی کہ میرے عوض دوسرا شخص اپنی پیاس بجھائے ایسے لوگوں کو فرشتہ نہ کہا جائے تو پھر کیا کہا جائے یگانہ ہو یا بیگانہ انسان ہونے کے اعتبار سے طبع انسانی کا اقتضاء ہے کہ ایک شخص کی بری حالت کو دیکھ کر دوسرا رحم کرے۔ پہلے کے زمانہ میں منعم مفلس کو، عالم جاہل کو

اپنے مال اور اپنے علم سے فائدہ پہونچایا کرتا تھا اور محسن احسان کرکے منفعل ہوتا تھا
اس زمانہ کی خودغرضی، بیدردی، اکبر و نخوت کو دیکھتے ہیں تو بزرگانِ سلف کے
حالات کرامت سے کم نہیں معلوم ہوتے۔ ساری خوبیاں مذہب سکھاتا ہے اور
مذہب کوئی نیکی کی ہدایت کرتا اور بدی سے ڈراتا ہے۔ مگر مذہبی احکام پر لوگ
چل نہیں سکتے ہیں اس لئے دنیوی معاملات میں بھی فساد پڑ گیا ہے۔ زندگی
کی فکروں میں ہر شخص اپنی موت کو بھولا بیٹھا ہے۔ دنیا کے دھندوں میں صبح و شام
کچھ ایسا محو رہتا ہے کہ دینی فرائض کی طرف کبھی دھیان نہیں کرتا۔ کوئی دوسروں کو
ایذا پہونچا کر اپنی راحت کی فکر کرتا ہے۔ کوئی دوسروں کو ذلیل کرکے اپنی عزت
بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی لہو و لعب میں مدہوش ہے۔ کوئی عیش و عشرت
میں مشغول۔ ایک مفلس بھوکوں مرتے مر گیا ایک زردار کو کیا پروا۔ اس کا تو خیال
ہے کہ وہ مفلسوں کے ساتھ سلوک کرتے کرتے آپ ہی مفلس ہو جائیگا پھر تو پلاؤ
کھانے کے عوض خیالی پلاؤ پکانا پڑیگا۔ اگر مفلسوں کے رہنے کے لئے جھونپڑے
بنوا دیگا تو باغ لگا کر سیر و تفریح کا حظ کہاں سے اٹھائیگا۔ جس زردار کا ایسا
خیال ہو تو اس سے امید رکھنے والے کا کیا حال ہو۔

اکثر لوگوں کی بیدردی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ انسان تو ہیں مگر درندوں
سے خصائل ہیں۔ یہ کیسی تعجب خیز بات ہے کہ آدمی آدمی سے اس طرح ڈرے جیسے
شیر سے۔ اخلاق سیکھتے سیکھتے آتے ہیں مگر اخلاق سکھائے تو کون۔ اس زمانہ کا تو
دستور ہے کہ مالدار مالدار سے، عالم عالم سے، جاہل جاہل سے میل ملاپ رکھتا ہے
منعم مفلس کی صورت تک نہیں دیکھتا عالم جاہل کو منہ تک نہیں لگاتا۔ پھر ایک جاہل

جاہل سے اور مفلس مفلس سے مل کر اور میل جول رکھکر ایک دوسرے کو کیا نفع پہونچا سکتا ہے۔

ایک حکیم کے ہاں دو شخص آئے۔ ایک کی طرف مخاطب ہو کے پوچھا کیا کام کرتے ہو جواب دیا کچھ نہیں۔ ایک دولتمند سے دوستی ہے اسی کے یہاں رہتا ہوں وہیں میرے کھانے کپڑے کا انتظام کر دیتا ہے حکیم نے کہا اس کو دوستی نہ کہو مفلس اور دولتمند کی کیا دوستی۔ اگر وہ دولتمند تمہارا سچا دوست ہوتا تو پھر تم اس طرح مفلس کے مفلس نہ رہتے وہ تم کو بھی اپنی طرح دولتمند بنا دیتا۔ دوسرے سے پوچھا تم کیا کرتے ہو کہا کوئی کام تو نہیں کرتا کیونکہ تھوڑی بہت معاش ہے ہاں محلہ میں ایک عالم شخص ہے جو میرا دوست ہے اس کے پاس اکثر جا بیٹھتا ہوں۔ ادھر ادھر کی باتیں اور گپ شپ ہوتی رہتی ہے حکیم نے کہا عالم کی صحبت میں بیٹھنے سے تم کو جب کوئی فائدہ نہیں ہوا تو وہ تمہارا دوست نہیں اور تم نے جو تحصیل علم کا خیال نہیں کیا تو اپنے ساتھ سخت دشمنی کی ہیں نہ تم دونوں کو کوئی فائدہ پہونچا سکتا ہوں نہ تم دونوں ملکر مجھے کوئی نفع پہونچا سکتے ہو پھر اس طرح کی ملاقات سے کیا حاصل

بہت کم انسان ہوں گے جو خطا کر کے نادم ہوتے ہوں۔

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر ‏ ‏ فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

حضرت انسان اشرف المخلوقات ہیں ان کے مقابلہ میں دوسری مخلوق کی خلقت متواضعانہ ہے۔ حضرت انسان کا قد راست و مستقیم اور سارے حیوانات ان کے سامنے ادب سے سر جھکائے ہوئے نباتات تعظیماً استادہ جمادات انکسار سر بزمین افتادہ ساری مخلوق انہیں حضرت کی خدمت کے لئے ہے اور یہ سب کے

مخدوم ہیں۔ ان حضرت کو خدائے تعالےٰ نے عقل دی اور زبانِ گویا دی۔ مگر یہ حضرت عقل سے کام لیتے ہیں تو فساد کا اور زبان سے کام لیتے ہیں تو سختی و درشتی کا
"بریں عقل و دانش بباید گریست"

انسان پیدا ہوتے ہی صاحبِ کمال ہو نہیں جاتا۔ بتدریج کمال حاصل کرتا ہے اور اخلاقِ حمیدہ رفتہ رفتہ سیکھتا ہے۔ اسی لئے ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے سے اخلاق بناؤ۔ انسانی عقل رکھ کر نیک کو نیک اور بد کو بد سمجھ کر بھی نیک کام نہ کرے تو کیا وہ انسان اور کیا اُس کی عقل۔

انسان اگر غور کرے تو معلوم ہوگا کہ اس کے فرائضِ دنیوی بہت زیادہ ہیں اور دینی فرائض کم۔ مگر اس پر بھی وہ فرائضِ دینی سے غافل رہتا ہے۔

اے انسان! تو دنیا کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے بلکہ دنیا تیرے لئے پیدا کی گئی ہے تو آخرت کے لئے ہے جو دنیا کے مقابل میں بہترین مقام ہے اور تیرا خاص فرض عبادت ہے دنیا کی چند روزہ زندگی تک زن و فرزند، دوست احباب تیرا ساتھ دیتے ہیں مگر قبر میں سوا اعمال کے ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہے دنیا کی چند روزہ زندگی کے لئے تو دنیا بھر کی مصیبتیں اٹھاتا ہے مگر جہاں تجھے ہمیشہ کے لئے رہنا ہے وہاں کی کوئی فکر نہیں کرتا۔

اے مغرور انسان! زر و دولت اور ثروت و حکومت سے تو اپنے کو، خدا کو، موت کو غرض یاد رکھنے کی باتوں کو بھول بیٹھا ہے۔ مفلسوں کو اپنے مقابلہ میں زمین کے کیڑے سمجھتا ہے ان کو ذلیل کرتا ہے۔ ان کا دل دُکھاتا ہے اُن پر ستم ڈھاتا ہے انکی ہستی تیری نظروں اور چیونٹیوں سے بڑھ کر نہیں کہ جس کو چاہا پامال

کر دیا۔ جیسا انسان تو ہے ویسے ہی دوسرے بھی انسان ہیں۔ کیا مال و حکومت کی وجہ سے تیری شان ایسی بڑھ گئی کہ دوسرے تیرے سامنے حیوان سے بھی بدتر ہو گئے کیا تو ہمیشہ رہیگا اور دوسرے فنا ہو جائیں گے۔ ارے نادان! تو بھی فانی۔ سارے انسان فانی۔ سارا جہاں فانی۔ پھر اے فانی انسان! تجھ کو اس قدر کبر و نخوت کیوں ہے کیا تجھے نہیں معلوم کہ تکبر سے شیطان کا کیا حال ہوا۔ اور فرعون کا کیا مآل ہوا۔ اے مغرور آدمی! کیا تو بھی انسان کے مقابلہ میں خدا کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُس (انسان) کو مٹی سے ہرگز نہیں۔ تو خاک کا پتلا ہے تجھے تو عجز و تواضع زیبا ہے تیری انسانی خلقت ہے اور ہمدردی تیری فطرت۔ انسان ہو کر انسانیت کو کیوں بدنام کرتا ہے اور اشرف المخلوقات کے معزز لقب کو کیوں بٹا لگاتا ہے۔ عقل ہے تو انسانیت پیدا کر اور سوچ کہ انسان کے کیا کیا فرائض ہیں۔

اے ظالم انسان! تجھے تو ظلم و ستم ہی میں لذت ملتی ہے۔ واہ ری لذت اس لذت کا کیا پوچھنا ع کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔ ارے ظالم! تو انسان ہو کر انسان پر ظلم کرتا ہے۔ اپنی راحت کیلئے دوسروں کو تکلیف پہونچاتا ہے اپنے عیش کے لئے جبر و تعدی سے دوسروں کے حقوق پر تصرف کرتا ہے۔ اپنی عزت بڑھانے کے لئے دوسروں کو خوار و ذلیل کرتا ہے کیا تو نے انقلاب زمانے کی حالت کو دیکھا یا سنا نہیں کہ بڑے بڑے ظالم، مغرور و متکبر کس طرح ذلیل و خوار ہو گئے دنیا بھر کی تاریخیں اس کی شاہد ہیں اور ہزاروں چشم دید واقعات اس کے گواہ

ع جو اس پر بھی نہ سمجھے تو تو پھر تجھ سے خدا سمجھے

اے زبان دراز! تو نیک و بد میں تمیز نہیں کرتا۔ شریف و رذیل کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے۔ افسوس تو دل کو توڑ دیتا ہے۔ تجھے خانۂ خدا کا بھی کچھ پاس نہیں ہوتا تو دلی ایذا دیتا ہے اور اس کے عوض بد دعا لیتا ہے، دیکھ یہ لین دین اچھا نہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی تجھے بھی دلی صدمہ اٹھانا پڑے گا۔

اے شریف انسان! تیری فطرت نیک ہے تو نیکی کو پسند اور بدی کو ناپسند کرتا ہے، تجھے اپنی فکر مطلق نہیں ہوتی۔ دوسروں کی مصیبت تجھ سے دیکھی نہیں جاتی تو امکان بھر دوسروں کی بھلائی کے لئے کوشش کرتا ہے بلکہ اپنے ساتھ بدی کرنے والوں سے بھی نیکی سے دریغ نہیں کرتا۔

اے کریم النفس انسان!! اپنے اقبال کے زمانہ میں تو دوسروں کے ساتھ احسان کرتا رہتا ہے سن غور سے سن غیب سے ندا آرہی ہے کہ تجھ پر برا وقت آئیگا

دل

کشورِ تن کا رئیس، تختِ صنوبری پر متمکن، اعضائے حیات پر حکمراں، کہنے کو دو حروف کا نام، مگر دو جہاں کے کام تفویض، بصیرت کی عینک لگائے، انوارِ قدرت کو دیکھتا ہے معرفت کا مزہ پاتا ہے، حقیقت کا لطف اٹھاتا ہے مگر کوئی وفادار ہے کوئی بیوفا کوئی پاک ہے کوئی نجس، کوئی صبر آزما ہے کوئی ناصبور، کوئی سخت ہے کوئی نرم، پھر کبھی غمگین ہے کبھی شاد، کبھی بامراد ہے کبھی نامراد، ؎

گہے بر طارم اعلےٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

اہلِ دل کے سینہ میں آفتاب ہے اور نااہل کی چھاتی میں داغ کسی کے

پہلو سے نکل کر اس کو بیدل کر دیا، کسی کے سینہ میں رہ کر صاحبدل بنا دیا۔ غرض دل کے ہاتھوں کوئی شادماں ہے، کوئی نالاں۔ کوئی کہتا ہے ؎

ہو جان دیکھے بھی تو مدا ولئے دل کروں　　کب تک میں دل پہ ہاتھ دھرے ہائے دل کروں

کوئی حسرت سے یہ کہکے چپ ہو رہتا ہے ؎

صد غنچہ شگفت الا دلِ من　　اے وائے دلِ من اے وائے دلِ من

کوئی سراسیمہ ہو کے کہنے لگتا ہے "دل گیا ہاتھ سے لوگوں نے کہا دل آیا"

آتش کہتے ہیں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

غالب نواسنجی فرماتے ہیں ؎

بساطِ عجز میں تھا ایک دل اک قطرہ خوں وہ بھی، سو رہتا ہے باندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی

کوئی روٹھتا ہے تو منتا نہیں کوئی منائے تو روٹھتا ہے پھوڑے کی طرح دکھ جاتا ہے شیشہ کی طرح ٹوٹ جاتا ہے۔ آوے کی طرح بیٹھ جاتا ہے ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں، روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

کوئی کہتا ہے۔ ع "ہم نہ سمجھیں تو کوئی کیا ہمیں سمجھائیگا!"

بہرکیف حضرتِ دل کی باتیں انوکھی ہیں۔ یہی حضرت پارسا بھی ہیں یہی نا پرہیزگار و رند خرابا تی یہی نیکی کی ترغیب دینے والے ہیں اور یہی بدی کی طرف رغبت دلانے والے کوئی ان کی شان میں کہتا ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر ست　　از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر ست

کوئی ان سے جلکے کہتا ہے۔ ع۔ "کم بخت دل ہی نے مری مٹی خراب کی"

کوئی اپنے دل سے ناراض، دوسرے کی دلجوئی میں مصروف، کوئی دلداری کرتا ہے کوئی دل آزاری کسی کے دل کو رنج پہونچاتا ہے کسی کو خوشی ہوتی ہے۔ کوئی آہ کرتا ہے تو کوئی واہ ع "تمہاری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری"

دل کی خواہشیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور بُری بھی۔ مگر اچھی خواہشیں بہت کم ہوتی ہیں حالانکہ اُن سے دل مطمئن رہتا ہے اور بری خواہشیں بہت ہوتی ہیں۔ جن سے دل پریشان ہوتا ہے مگر لطف یہ ہے کہ پریشانیوں میں کمی ہونے کی جگہ بری خواہشوں کی افراط پریشانیوں کو بڑھاتی جاتی ہے تاوقتیکہ تزکیۂ قلب نہ ہو یہ پریشانیاں گھٹتیں نہیں۔ تزکیۂ قلب ہی ہے کہ اہل اللہ کے دل اہلِ دنیا کے دلوں سے افضل و برتر ہوتے ہیں اور تصفیۂ قلب ہی ہے کہ ان کے اخلاق و عادات عوام الناس کے اخلاق و عادات کے مقابلہ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے معجزہ کے سامنے استدراج اہل اللہ عارف، اہلِ دل اہلِ نظر ہوتے ہیں اور ان کی چشم بصیرت کے سامنے انوارِ قدرت جلوہ گر رہتے ہیں۔ ان انوار کو چھوڑ کر یہ عامۃ الناس کی طرف کیا دیکھیں اور عوام اپنے مکدّر قلوب سے ان کو کیا پہچان سکیں۔ اہلِ دل سے قطع نظر کرکے اہلِ دنیا کی طرف دیکھا جائے تو ان کے سینوں میں بھی دل ہیں ان میں برائیاں ہیں تو خوبیاں بھی ہیں گو دیر سے اور دُور سے سہی مگر ان کے دل میں بھی حق کی طرف جانے والی راہ ضرور ہے ہاں راہ گیروں کی حالت مختلف ہے کسی نے دور سے روشنی دیکھی مگر اس طرف متوجہ نہیں ہوا۔ کوئی تھوڑی دور تک پروانہ وار دوڑا آخر واپس چلا آیا۔ کوئی اہل رسیدہ قولِ بیابانی کے فریب میں آکر گمراہ اور منزل سے کوسوں دور رہ گیا۔ ایک پھلجھڑی کو دیکھکر تجلّیِ طور

کی طرف سے آنکھ پھیرلی۔ دل ایک دوراہہ ہے جس میں ایک رستہ نیکی کی طرف جاتا ہے ایک بدی کی طرف۔ بعض راہ گیر اصحابِ یمین میں ہیں، بعض اصحابِ شمال ہیں۔ اسی ایک دل میں سب کچھ ہے۔ جلیلِ لکھنوی نے کیا خوب کہا ہے

ع ایک غنچہ میں طلسماتِ جہاں رکھتے ہیں"

سن اے دل! تجھے اپنی خوشی منظور ہے تو پہلے دوسرے کو خوش کر۔

اے دل! سب اعضا سے زیادہ زبان کو اپنے قابو میں رکھ۔

اے دل! ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں ہم مپسند۔

اے دل! تو قابلِ تعریف جب ہے کہ راحت میں شکر اور مصیبت میں صبر کر۔

اے دل! شکر کر۔ شکرِ نعمت موجب مزید نعمت ہے۔

اے دل! لوگوں کے احسانات کا شکریہ بھی تجھ پر لازم ہے۔

اے دل! مصائب سے منہ پھیرنا ہمت سے بعید ہے۔

اے دل! اپنی راحت کے لئے دوسرے کو تکلیف نہ دے اور اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کا نقصان گوارا نہ کر۔

اے دل! اطمینانِ دل کا سامان پیدا کر۔ وہ کیا ہے؟ ذکرِ خدا۔

زبان

اے زبان تیرا کیا کہنا۔ اعضائے انسانی میں بس تو ہی الوانِ نعمت کی لذت اٹھاتی ہے، طلاقت سے بڑے بڑے زبان والوں کو نیچا دکھاتی ہے، عذوبت سے دلوں پر سکہ بٹھاتی ہے، منت سے غیروں کو اپنا بناتی ہے۔ خاموشی سے

اپنے وقار و اعتبار کا رنگ جاتا ہے۔ اے عزت نشیں، عفت مآب، مریم صفت زبان! تو کلیدِ علم و حکمت ہے، مظہرِ حمد و ثنا ہے اور مظہرِ شانِ خدا۔ العظمتہ للہ اتنی سی زبان اور تیری یہ شان خدا تجھے چشمِ زخم سے بچائے۔ دو جہاں میں تیرا بول بالا ہو مگر اے زبان سن رکھ کہیں اپنی شان پر نہ اترانا، فضول نہ کہنا۔ جھوٹ نہ بولنا راستی سے پھر نہ جانا، کیوں کہ دلوں میں تیری عزت، دلوں پر تیری حکومت راستی ہی سے ہے جب تک تجھ میں راستی ہے اور راستی کے قابو میں تو ہے، دہن تیرے لئے جنت ہے تو گویا جنت میں حور ہے آنکھوں میں نور ہے، دل میں سرور ہے صدف میں گوہر یکتا ہے، کان میں لعلِ بے بہا ہے، باغ میں گل ہے۔ گل میں رنگ و بو ہے، بازار میں متاعِ نقد ہے، محفل میں سرور و نشاط و سازِ انبساط ہے اور مستقبل کے قبضہ میں کلیدِ گنج۔ اگر تو نے راستی کی مخالفت کی تو یہ سمجھ لے تیرا وجود باعثِ رنج ہے اور سامانِ جنگ پھر دنیا کے الزام تجھ پر عائد ہیں کبھی تو فتنہ کی جڑ ہے، کبھی فساد کی بنیاد، کبھی کذب و افترا کی علت، کبھی یاوہ گوئی کی اصل۔ غرض ساری خرابیوں کی مصدر ہے۔ اب دہن تیرا مسکن نہیں رہا ایک محبس ہے جس میں تو ایک اسیر ہے اور دانتوں سے پا بزنجیر۔

سن اے زبان! راستی کی مخالفت کبھی نہ کر۔ گل بنکر عزیز رہ، خار ہو کر ذلیل و خوار نہ ہو سختی و درشتی سے دلوں کو ایذا نہ دے۔

اے زبان! غصہ کی حالت میں تو وہ شمشیر ہے جس کا زخم کبھی اچھا نہیں ہوتا مگر یہ بھی جان لے کہ انتقام کا وار بھی خالی نہ جائیگا اور یہ وار بھی زخم کو ناسور ہی بنا کے چھوڑے گا۔ غضب کے وقت تو ایک خونخوار تلوار بن جاتی ہے

اور غضب یہ ہے کہ میاں ہی میں، اپنا کام کر جاتی ہے مگر یاد رکھ تو بھی غضب کی آگ سے نہ بچ سکیگی غصہ کے وقت تجھے راستی کے قابو اور حلم کی پناہ میں رہنا چاہیے

اے شخص سانپ کاٹ کے پلٹے تو غم نہ کر ہشیار ہو پلٹ کے نہ کاٹے زباں کہیں

اے زباں! دو باتیں سن پھر ایک بات کہہ۔ کیوں کہ تو ایک ہے اور کان دو ہیں

اے زبان! ہر بات کو پہلے سوچ پھر بول۔ سوچے بغیر کوئی بات تجھ سے نکل جائیگی تو وہ "تیر از کمان جستہ" ہے ہدفِ ملامت تجھی کو بننا پڑیگا۔

اے زبان! فضول گوئی سے خاموشی اچھی ہے۔ فضول گوئی وقار کھوتی ہے اعتبار کھوتی ہے ع "خموشی معنئے دارد کہ در گفتن نمی آید"

اے زبان نہ کہنے کے وقت کہنا اور کہنے کے وقت نہ کہنا نادانی ہے اور نادانی باعثِ پشیمانی ہے۔

اے زبان! تو کام کی جبھی ہے کہ تیرے مواعظ و نصائح سے لوگ مستفید ہوں

اے زبان! تو اگر سچی ہے تو سچا موتی ہے اور جھوٹی ہے تو جھوٹا موتی۔ دو نوں کی قدر و قیمت عیاں ہے "عیاں را چہ بیاں"

اے زبان! ذکرِ خدا کیا کر اس سے تو پاک اور صحیح و سلامت رہیگی۔ ورنہ نجس و بیمار اور ذلیل و خوار۔

اے زبان! عیب و ہنر تیری ہی بدولت ظاہر ہوتا ہے۔ اگر تجھ میں کوئی عیب ہے تو خاموشی تیرے لئے اظہارِ ہنر ہے۔

اے زبان! تو اگر شیریں ہے تو سب تجھ سے خوش اور تلخ ہے تو سب تجھ سے ناخوش۔ سب کو ناخوش رکھکر تو کیونکر خوش رہ سکتی ہے۔

آنکھ

اعضائے انسانی میں آنکھ دیکھنے کے قابل چیز ہے خدائے دانا و بینا ناظر و بصیر کی عین مہربانی ہے جس نے ہمیں اور نعمتوں کے ساتھ یہ نعمت عظمےٰ بھی عطا فرمائی اسی کے ذریعہ سے ہم دنیا کی بہت سی چیزوں کو دیکھتے ہیں اور لطف اٹھاتے ہیں سیر و تفریح کی لذت پاتے ہیں۔ طرح طرح کی مخلوقات اور اقسام کے مصنوعات اسی آنکھ کے آئینے میں ہمیں صاف نظر آتے ہیں۔ علوم و فنون کے اکتساب کا بہترین ذریعہ آنکھ ہی ہے۔ مناظرِ قدرت و مظاہرِ حکمت کے دیکھنے کا یہ وہ آلہ ہے جسے ید قدرت نے بنایا ہے۔ قدرت کی صناعی پوچھنا ہی کیا۔ ایسی چشم نگراں کوئی بنا تو دے۔ نقل اتارنے کو اتارے تو ہمیں نظر کا جادو کہاں۔ اگر اصلی عین نہ ہو تو عینک کیا کام دے سکے خدا عین الکمال سے بچائے ؎

پری جمال بشر تو ضرور ہوتا ہے　　　اگر ہو آنکھ بھی اچھی تو حور ہوتا ہے

انسانوں میں جیسے نیک و بد انسان ہوتے ہیں اسی طرح مردم چشم نیک بھی ہوتی ہے اور بد بھی۔ اگر بد نظری ہو تو دل کی آنکھ کو بھی ضرر پہونچائے بغیر نہیں رہتی۔ دل کی آنکھ میں نور بصیرت ہوتا ہے جس کے سامنے عقل و شعور اور عرفان الٰہی کے مناظر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ مگر یہ نور ہر ایک دل میں نہیں ہوتا۔ جو نظر اچھے برے کی تمیز کرے بری چیزوں سے آنکھ پھیر لے اچھی چیزوں کو آنکھوں میں جگہ دے تو پھر یہ پاک نظری عفت کے نور سے

چشم سر کو معمور کر کے چشم دل کو بھی منور کر دیتی ہے کسی کو بد نظری سے دیکھو، مخرب اخلاق کتابیں پڑھو تو اس کا لازمی نتیجہ بدنامی و تلخکامی ہے۔ خدا نے ایک چھوڑ دو آنکھیں دو کان دئے۔ اس پر بھی جو نظر غائر سے اچھی چیزوں کو نہ دیکھے اور گوش شنوا سے اچھی باتوں کو نہ سنے تو اس سے زیادہ بدبخت کون ہو سکتا ہے آنکھ خانۂ دل کا دروازہ ہے اگر اس رستے بدی آئے تو دل کے سوا کہاں جائے آنکھ نہ صرف ظاہری چیزوں کو ہمیں دکھاتی ہے بلکہ باطنی جذبات اور اندرونی حالات غیظ و غضب حرص و ہوا، شرم و حیا، شوخی و شرارت، کدورت و نفرت، مروت و محبت، آنکھ کے ذریعہ سے ہمیں معلوم ہو جاتے ہیں۔

چشم روشن چہرے کی زینت ہے بشرطیکہ اس میں عفت کا نور ہو ورنہ بد نگاہی باعث روسیاہی ہے۔ افسوس ہے کہ آدمی آنکھ رکھ کے جاہل و ناداں اور بے عزتی سے پریشان و پشیمان رہے۔ آنکھ بے شک بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کا شکر نظر کی عفت ہے جس سے دارین میں آبرو اور عزت ہے وہ آنکھ جو ملاہی و معاصی میں مبتلا کر دے مستحق ذلت و حقارت ہے بزرگوں کی نگاہ میں دیا دوا ورکیمیا کا انڑلیوں کہا جاتا ہے؟ پاک نظری کیوجہ سے خدا دیکھنے کی آنکھ دے، خود بینی سے بچائے، خدا بینی کی بصیرت عطا کرے۔ افسوس ہے کہ آنکھوں والا بصارت کی قدر نہیں کرتا۔ اس اندھے سے پوچھو جس کی بصارت بینائی سے لذت اٹھانے کے بعد جاتی رہی ہو تو دیکھو وہ کس حسرت سے اس نعمت کے زوال کو وبال جان بتاتا ہے۔ نابینا کے حق میں نور و ظلمت ایک ہے تانبا اور سونا برابر ہے جھوٹا سچا موتی مساوی ہے ہیرا

اور کنکر یکساں ہے۔ بدصورت اور خوبصورت ایک سا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ بینا فضائے عالم کی بصارت سے دن رات نظر آنے والی خوشنما چیزوں اور نظر سے گزر کر دل میں بیٹھ جانے والی دلکش شکلوں سے دل بہلاتا ہے اور جی خوش کر لیتا ہے۔ دن کو سبزہ زار کی سیر تو رات کو چاندنی کی بہار۔ سبحان اللہ بصارت بھی کیسی نعمت ہے مگر اس کی جیسی قدر چاہئے نابینا کو ہے۔ سچ ہے "قدرِ نعمت بعدِ زوال"۔ ؎

گر آنکھ ہے تو باطن انساں کی سیر کر
کیا کیا طلسم دفن ہیں مُشت غبار میں

دیکھ اے آنکھ! اچھی بری چیزوں کو اچھی طرح دیکھ۔ پھر اچھی چیزوں کو آنکھوں پر بٹھا اور بری کو نظروں سے گرا دے۔

سُن اے آنکھ! بدنگاہی سے بچ اگر تجھ میں بدنگاہی پیدا ہو گئی ہو تو تیرے حق میں بلائے بد ہے۔

اے آنکھ! شرم و حیا کر اور یہی تیری خوبی ہے۔

اے آنکھ! مروّت سے آنکھ نہ پھیر کیونکہ ع دیکھنے کی چیز آنکھوں میں مروّت ہی تو ہے۔

اے آنکھ! کسی کو حسد سے نہ دیکھ۔ حرص و طمع نہ کر۔ اس سے رنج کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

اے آنکھ! اگر تو حور وش ہے تو معصورۂ عفت میں تجھے عزلت گزیں ہو جانا چاہئے کہ حور کی طرح تجھے کوئی نہ دیکھ سکے۔

اے آنکھ! غیظ و غضب کی شرر افشاں نظر سے ہمیشہ نہ دیکھا کر کہ لوگ تجھ سے

متنفر نہ ہو جائیں۔

اے آنکھ! کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ کہ وہ بھی تجھے حقارت سے نہ دیکھے

اے آنکھ! بصارت سے علم و کمال حاصل کر کے بصیرت پیدا کر۔

کان

صانع قدرت نے یہ آلہ بھی عجیب بنایا ہے۔ دلکش آوازیں، مفید باتیں اس کے ذریعہ سے دلنشیں ہو جاتی اور روح کی غذا بنتی ہیں۔ سبحان اللہ قوتِ سامعہ بھی کیسی نعمتِ عظمیٰ ہے خدا کی دی ہوئی نعمتیں ایسی ہیں کہ ویسی نعمتیں ایک انسان دوسرے انسان کو نہیں دے سکتا۔ آنکھ۔ ناک۔ کان زبان صانع قدرت کے وہ آلات ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی بیکار ہو جائے تو انسان کی قدرت نہیں کہ پھر اسکو کارآمد بنا سکے۔ اندھے کو چشمِ بینا۔ بہرے کو گوش شنوا۔ گونگے کو زبانِ گویا کیا انسان دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ انسان ایسی ایسی نعمتیں پا کر خدا کا شکرگزار نہ ہو ذرا سی تکلیف پہنچے تو وہ اپنے خالق، اپنے رزّاق کی شکایت کرنے لگے۔ وہ بھی کس سے اپنے جیسے لوگوں سے اور یہ نہ سوچے کہ اس میں اس کا اپنا قصور ہے یا اس رؤف و رحیم خدا نے ناحق بھی اسے تکلیف دی ہے۔ حالانکہ خدا کسی کو تکلیفِ مالا یطاق نہیں دیتا اور ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے ہاتھوں آپ تکلیف نہ اٹھاؤ۔ افسوس ہے کہ انسان راحت میں تو خدا کا شکر نہ کرے اور مصیبت میں (جو وہ اپنے ہاتھوں مول لیتا ہے) خدا کی شکایت کرے۔

خدا نے انسان کو جتنے اعضاء دیئے ہیں اُن سے لذت حاصل کرنے کے لئے دنیا میں ہزاروں نعمتیں بھی پیدا کر دی ہیں اور ان نعمتوں سے جائز لذت اُٹھانے کی اجازت بھی دیدی ہے۔ اپنے جسم کی راحت، اپنی روح کی لذّت اور وہی خدا کا حکم بھی اور شکر نعمت کرنے پر زیادہ عطا کرنے کا وعدہ بھی۔ اس پر بھی حضرت انسان کفران نعمت کئے جاتے ہیں۔ کہنے، سننے، دیکھنے اور کھانے پینے کی بیشمار اچھی چیزیں موجود۔ مگر راغب ہوں گے تو بری چیزوں کی طرف جو تکلیف دینے والی اور عزت لینے والی ہوں عقل نہ رکھتے ہوں تو اہل حسد کی نصیحت بھی نہیں سنینگے انسان ہو کر اپنے کو حیوانوں کی طرح بنا دینگے اور پھر سمجھینگے کہ ہم بھی انسان ہیں۔ واہ ری انسانیت۔

کان اور اعضاء کی طرح چہرے کی زینت ہے خصوصاً صنف اناث کے لئے کان تو ظاہری زیب و زینت سے کان زر ہوتے ہیں۔ انتیاں، بالیاں کرن پھول، جھمکے، بندے وغیرہ کان کی شان کو دو بالا کرنے والے زیور ہیں تعلیم و تعلم کو کانوں سے جو مدد ملتی ہے ظاہر ہے۔ عورتیں ظاہری زینت کی طرح باطنی زینت یعنی استماع وعظ و نصیحت کی طرف کان لگائیں تو زنان جہاں سے حوران جناں ہو جائیں مگر اکثر عورتیں زیور پہنکر اپنے کانوں کو کان زر سمجھتی ہیں اور بعض تو زیور بکثرت پہنکر کان کی خوبی کو بگاڑ لیتی ہیں "پھوٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔"

عورت ہو یا مرد استماع مواعظ و نصائح سے کان کو کان زر بنا لینا چاہئے۔

اے انسان! مواعظ و نصائح پر کان لگا۔

اے انسان! بُری باتوں کو سن کر دل میں جگہ نہ دے تاکہ اُن کے نتائج تیری تکلیف دہی اور آبرو ریزی کا باعث نہ ہوں۔

اے انسان! سُن۔ جن باتوں کو سننا تو پسند نہ کرے اُن کو دوسرا کیوں پسند کرے۔

اے انسان! اچھی باتیں سن اور اچھی باتیں سنا۔ یہ گنبد کی صدا ہے "جیسی کہیے ویسی سنیے"

اے انسان! خدا سمیع و بصیر ہے تیری ہر ایک بات کو سنتا اور تیرے ہر ایک کام کو دیکھتا ہے۔ پس تو جو بات یا کام کرنا چاہتا ہے یہ سمجھ کر کر کہ خدائے سمیع و بصیر حاضر و ناظر ہے۔

اے انسان! حق بات کے کہنے میں تامل نہ کر۔ اس پر کوئی تجھے ملامت کرے تو ایک کان بہرا کر ایک گونگا۔

اے انسان! ایک کی طرف سے دوسرے کے کان نہ بھر۔ تو خود بھی تکلیف اٹھائیگا۔

اے انسان! نصیحت سننے کے بعد تیرے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ اس کا یہ سبب ہے کہ بری باتوں سے تیرے کان بھر گئے ہیں۔ اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ نصائح پر کان لگائے اور مواعظ کو کان دھر کے سُن۔

اے انسان! کان کا کچا نہ بن۔ دھوکا کھائیگا۔

اے انسان! کوئی تیری برائیاں بتائے تو کان کھول کے سُن۔ اُن کے ترک کرنے سے فائدہ اٹھائیگا۔

اے انسان! ؎

اک بات میں کہتا ہوں اسے کان میں رکھنا
وہ یہ کہ نصیحت کو مری دھیان میں رکھنا

ہاتھ

دستِ قدرت کے قربان جائے کہ اس نے انسان کو آنکھ، کان، ناک، زبان کے ساتھ کام لینے کے لئے ہاتھ بھی عطا کئے۔ یہ انسان کی بڑی امداد و دستگیری کرتے ہیں دنیا میں جتنی دستکاریاں، صنعتیں اور کار آمد چیزیں نظر آتی ہیں وہ ہاتھ ہی کی جدت طرازی کے کرشمے ہیں آنکھوں کو خوش کرنے کے لئے قابل دید چیزیں، کانوں کو خوش کرنے لئے خوش آہنگ ساز، دماغ کو خوش کرنے کیلئے مشکبو عطریات، زبان کو خوش کرنے کے لئے لذیذ غذائیں ہاتھ ہی تیار کرتا ہے

یہ صاحب السیف والقلم ہے۔ اس کے قبضہ میں شمشیر دے دو تو رستم و سہراب کی جرأت و شجاعت اور قلم حوالہ کردو تو سعدی و خاقانی کی فصاحت و بلاغت کو ظاہر کردیتا ہے۔ سارے آلات و اسلحہ اور ساری کتابیں اسی کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہیں۔ اسی ہاتھ نے ضحاک سے ظلم و ستم، و حاتم سے سخا و کرم کا کام لیا۔ اسی ہاتھ نے کسی کو تباہ اور کسی کو نہال کردیا۔ اس سے دنیا میں اچھے کام بھی ہوئے ہیں اور برے بھی مگر قابلِ تعریف وہی ہاتھ ہے جس میں کمال و ہنر ہو۔ ورنہ آئین عالم آئینہ کی طرح یہ صاف دکھا رہا ہے کہ ظلم و ستم کی تلوار ہتھکڑی پہناتی اور شر و فساد کا قلم مصیبت و غم کے ہاتھوں میں پھنسا دیتا ہے۔ اگرچہ سارے کام ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ مگر کام لینے والا انسان ہے۔ ہاتھ نہیں

چاہتے کہ کوئی جرم کریں۔ سارے جرائم انسان کے ارادہ سے ہاتھ کے ذریعے سرزد ہوتے ہیں۔ یہ حضرتِ انسان کے بس میں ہیں وہ ان سے اچھا یا برا جیسا کام لیتا ہے اس کے کرنے میں یہ تامل نہیں کرتے' ہاتھ کسی کام کو ادھورا چھوڑنا یا بگاڑنا نہیں چاہتے یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ کام کی تکمیل اور خوبی کا خیال رکھے یا اُس کو عجلت و بے صبری سے بگاڑ دے۔ سوچ سمجھکر اچھا کام کرے یا بُرا۔ وہ انسان نہایت ہی بدبخت ہے جو ایسے بے بہا آلات اپنے پاس رکھکر اُن سے عمدہ کام نہ لے۔

اے انسان! کیا یہ تیرے ہاتھ کی بات نہیں ہے کہ نیک کاموں میں تو دوسروں کا ہاتھ بٹائے! ضرور ہے۔ مگر جب تو بُرے کاموں میں ہاتھ ڈالے تو پھر تجھ سے ہاتھ اٹھا بیٹھنا لازم ہے۔

اے انسان! جب عقل تیرا ساتھ دیتی ہے تو عجیب عجیب کارہائے نمایاں تیرے ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ لوگ تیرے ہاتھ پانوں چومنے کی تمنا کرتے ہیں اور تجھے دعا دیتے ہیں کہ تیرا ہاتھ اونچا رہے۔

اے انسان! لوگوں کو نفع پہونچانے میں خوب ہاتھ پانوں مار۔ پھر دیکھ کہ ساحلِ مراد و گوہرِ مقصود تیرے ہاتھ آتا ہے۔

اے انسان! اگر تو کسی زبردست / بدخو کا زیرِ دست ہے تو پھر تیرا ہاتھ سنگ زیر دبا ہوا ہے۔ وہ تیرے ہاتھ مڑوا کر اور تیرے ہاتھ و پانوں توڑ کر رکھ دیگا۔

اے انسان! غصہ کے وقت ہاتھ میں چھڑی یا چھری لینا ہاتھ پر سانپ کھلانا ہے۔

اے انسان! تو ہمت کے ہاتھ پر ہاتھ مار کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر نہ بیٹھا رہوں گا کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤں گا۔ کسی کے ہاتھ کو نہ تکونگا۔ شرافت ہے تو حرص وہوس سے ہاتھ کھینچ اور پاؤں پھیلا دے جو امروی ہے تو گرتے کا ہاتھ پکڑ۔

اے انسان! ہنر سیکھنے کی کوشش کر۔ اگر کمال وہنر تیرے ہاتھ چڑھ جائے تو پھر تیرا ہاتھ تنگ نہ ہوگا۔

اے انسان! تیرا ہاتھ چلتا ہو تو کسی کی دستگیری کر۔ کسی پر دست درازی نہ کر

اے انسان! جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ بدی کر کے ہاتھ دانتوں سے نہ کاٹ۔

اے انسان! تیرے ہاتھ میں ہنر نہ ہو تو فراغت سے ہاتھ دھو بیٹھ۔ اور اتنا سمجھ لے کہ جس ہاتھ میں کوئی ہنر نہ ہوگا اس میں ہتھکڑی ہوگی۔

اے انسان! برُے کام میں کبھی ہاتھ نہ ڈال اور برائی کی مخالفت میں ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ جا۔

اے انسان! ہاتھ نہ رنگ۔ منہ کالا نہ کر۔

اے انسان! ظلم سے ہاتھ روک لے تا سر پر ہاتھ رکھکر رونا یا ہاتھ سر سے اٹھانا نہ پڑے۔ تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو مظلوموں کے سر پر ہاتھ رکھ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے مایوسی کے مقابلہ میں ہمت کی سپر ہاتھ سے نہ ڈال دے ہاتھ کا جھوٹا نہ بن اور پھر ندامت وذلت سے ہاتھ کاٹ کاٹ نہ کھا۔ احسان کر (ہاتھ کا دیا ساتھ چلے) کسی کے برُے وقت میں ساتھ دے اور اُس سے سلوک کر (ہاتھ کا دیا آڑے آئے) یاد رکھ۔ ہاتھ کا سچا عزت پیدا کرتا ہے۔ سُن روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے اس کے لئے حرص کر کے

ذلیل نہ ہو۔ رذیلوں کے ہاتھ کے نیچے نہ آجا اور کمینوں کے ہتھے نہ چڑھ جا خوار درسوا ہوجائیگا۔ فضول کام سے دست افسوس ملنا پڑے گا۔ کوئی کمال تیرے ہاتھ لگ گیا تو سمجھ مالامال ہوگیا۔ بے ہنر کے لئے وصف اضافی کوئی فخر کی بات نہیں ہے (ہاتھ ماں نہ گات ماں دھونتی جات ماں) مقدرت کے زمانہ میں خلق خدا کا دل ہاتھ میں لے۔ احسان کرکے نہ جتا (ہاتھ میں دے روٹی اور سر پر مارے جوتی) سن کسی کے ساتھ ہاتھا پائی کرنی شرافت کا شیوہ نہیں۔ تیرے ہاتھ سے کسی کا کام نکلتا ہے تو پھر تامل نہ کر۔

تاثیرِ الفاظ

باری تعالےٰ عز اسمہٗ کے نام پیغمبروں کے نام بزرگانِ دین کے نام ایسے مبارک ومقدس نام ہیں اور ان کے علاوہ ایسے مہتم بالشان الفاظ ہیں جو زبان پر چڑھے ہوئے ہیں، دلوں میں اُترے ہوئے ہیں قیامت تک یوں ہی اپنا اثر کرتے رہینگے اور اپنا سکہ بٹھائے جائینگے۔

اللہ کی عظمت وشان اللہ ری عظمت وشان العظمۃ اللہ۔ زبان سے ادب کے ساتھ نام نکلتا ہے۔ کان خموشی سے سنتے ہیں اور سر اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے جھک جاتا ہے۔ رہتی دنیا تک کوئی اس کے نام کی تسبیح پڑھتا رہے گا۔ کوئی مالا جپتا رہیگا۔ مسجدوں میں اذانیں ہوتی رہینگی دیریں ناقوس پھنکتے رہینگے غرض اس ایک خدا کو بشمار ناموں سے بحساب بندے یاد کرتے رہینگے۔ اس کی یاد کو عبادت اور عبادت کو وسیلۂ نجات سمجھتے رہینگے

پیغمبر خدا کے خاص بندے ہیں، عام لوگوں کی تعریف سے مستثنٰی! لوگوں کی تعریف کے لئے انہوں نے کوئی کام نہیں کیا۔ اللہ کے پیغام بندوں کو پہنچاتے رہے اور دین کے کام میں دنیا بھر کی تکلیفیں اٹھاتے رہے ان کے رتبۂ بلند کا ہمیشہ بول بالا رہیگا۔

بزرگوں کی تحسین و عظمت جمہوراً تام سے ان کے افعالِ حمیدہ و اقوالِ پسندیدہ افضل و اکمل ہونے کے باعث ہوا کرتی ہے یہ لوگ خود اچھے ہوتے ہیں اور بُرے ولں کو اچھا بنا دیتے ہیں زندگی تک ان کا آستانِ فیض بنیاں مامنِ انام ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی ان کے مزارات پر فاتحہ خوانوں کا اژدحام ہوتا ہے۔

بر زمینیکہ نشانِ کفِ پائے تو بود — سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

تغیراتِ عالم کا اثر جب باقی نہ رہیگا تو رہے نام اللہ کا اپنا خاص اثر دکھائیگا

رئیس، بادشاہ شہنشاہ، سلطان اور اس کے مرادف الفاظِ صفات موصوف کی عظمت و شان کا ایک غیر معمولی اثر دلوں میں پیدا کرتے ہیں بادشاہ دنیا میں خدا کا سایہ کہلاتا ہے اور دنیا اس کے سایہ میں زندگی بسر کرتی ہے خدا اس پر اسکی عدالت سے مہرباں ہوتا ہے، مخلوقِ خدا پر وہ مہربان اور مخلوق خدا اسکی تابع فرمان۔

وزیر، امیر، نواب، حاکم، دولت مند کے الفاظ بھی مدارج و مناصب کے لحاظ سے عامۃ الناس پر گہرا اثر رکھتے ہیں۔

عالم و فاضل، پیر و مرشد کے الفاظ کا اثر قلوب پر خاص کیفیت کے ساتھ

پڑتا ہے بشرطیکہ موصوف بھی اوصافِ جمیلہ میں عام لوگوں سے ممتاز اور بالذات پاکباز ہو۔

الفاظ اپنی عزت وعظمت سے موصوف کو معزز ومکرم بنا دیتے ہیں فضائل کے لحاظ سے کوئی فاضل ہے کوئی افضل اگر کسی میں جوہرِ قابلیت نہ ہو تو اس کے حق میں الفاظِ صفات بے آبرو ہو جاتے ہیں اور ناقابلیت کے علم سے الفاظ کا اثر کم ہوتے ہوتے معمولی اور متبذل ہو جاتے ہیں میرے خیال میں اکثر الفاظ کی تذلیل ان کا بے موقع استعمال اور بیجا اختیار ہے۔

نیک آدمی ہزاروں میں ایک ہوتا ہے کسی کا اپنی ذات کے لئے نیک ہونا اچھی بات تو ہے لیکن کوئی بڑی بات نہیں ہے بہت اچھے وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو نفع پہونچاتے ہیں۔ بروں کو ان کی زندگی ہی میں کوئی نہیں پوچھتا اور نیک لوگ تو مرنے کے بعد بھی عزت سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کا کیا پوچھنا بعض کے یہاں تو وہ پوجے بھی جاتے ہیں نیک اور بد یہ دو لفظ ہیں جو اپنے معنے کا قلوب پر جدا جدا اثر کرتے ہیں۔ کسی کے متعلق نیک کا لفظ سنا جاتا ہے تو جی خوش ہو جاتا ہے اور بد سے تو نفرت ہونے لگتی ہے شیطان برائی سے مشہور ہے اور سارا جہاں اُس سے نفور۔ نوشیروان کا نام عدل سے زبان زد خاص وعام ہے، حاتم، معن، فضل، جعفر آسمانِ سخاوت کے چار چاند تھے۔ یہ کیا ان سے بھی زیادہ نیک لوگ دنیا میں گزرے ہیں جن کے احسانِ عام اور کرمِ عمیم کے آفتاب آثار کارنامے قیامت تک اپنے فیوض کی شعاعوں سے سارے عالم کو منور کرتے رہینگے۔

اثر کے لحاظ سے دوست، حبیب، محبوب وغیرہ الفاظ بھی کیسے دلکش اور کتنے پیارے ہیں۔ بخلاف اس کے دشمن اور رقیب کا لفظ کیسا دل آزار ہے مخدوم، حاکم، مربی کے الفاظ اس وقت تک مرغوب ہیں کہ خادم و محکوم و تابع کے ساتھ ان کی شفقت کا سلوک خوش آیند الفاظ کے ساتھ رہے نیکی کے سب الفاظ معزز و محترم ہیں۔ جن افراد پر وہ موقع و محل سے عملاً منطبق نہ ہوں تو وہ نیک اور قابلِ تعظیم کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

افسوس ہے کہ اکثر لوگ سخت سست الفاظ سے دلوں کو دکھ پہنچاتے ہیں دلِ ستم زدہ کی آہ کا وہ پُر اثر لفظ ہے جو اپنی پُر معنی حیثیت سے کبھی بے اثر نہیں ہوتا۔

انسانی طبائع مختلف ہیں اس اعتبار سے بُرے الفاظ کا بعض پر اچھا اثر پڑتا ہے اور اچھے الفاظ کا بُرا۔ کبھی سخت الفاظ نرمی کا کام دیتے ہیں اور کبھی سختی کا اثر پیدا کرتے ہیں بعض اوقات تو سخت الفاظ ہی مفید ہوتے ہیں اگر ان کی جگہ نرم الفاظ استعمال کئے جائیں تو غیر مفید ہوں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے حسبِ موقع کبھی سخت اور کبھی نرم الفاظ کا استعمال نہایت مفید و موثر ہوتا ہے گو بچوں کو سخت الفاظ اُن کی نادانی کی وجہ سے اچھے نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ بعض محل پر بُرے الفاظ بے اثر ہوتے ہیں مثلاً کمسن بچوں یا مجنوں کی گالیاں۔ پُر اثر الفاظ بعض آدمیوں کے منہ سے نکل کر بے اثر ہو جاتے ہیں جیسے عالم بے عمل اور شیخ مکّار دریا کار کی نصیحت و تلقین۔ خوشی کے جتنے الفاظ ہیں مثلاً شادی، نکاح، منگنی، بیاہ وغیرہ

خوشی کی تقریبوں کے الفاظ۔ بھر نوکری، ترقی، اضافہ سب خوش آئند اور خوشگوار ہیں۔ معطلی، برطرفی، جرمانہ، سزا، ڈگری، وارنٹ، قید، قتل، موت سننے والوں کے لئے ہیبت ناک اور بدکاروں کے حق میں کیسے وحشتناک ہیں۔

غرض بہت سے وحشت انگیز الفاظ ہیں کہ دنیوی معاملات میں ان کے سننے کے لئے کانوں کو مستعد رہنا چاہئے اور تسکین بخش و راحت رساں الفاظ کے استماع کے متوقع۔

نادان الفاظ کے زشت و خوب اثرات کو نہیں جانتے اس لئے ان کو چار نا چار اپنی نادانی کا ثمر تلخ چکھنا پڑتا ہے اگر لوگ سوچ سمجھکر مناسب الفاظ کا استعمال کریں تو مناسب الفاظ کے استعمال سے نہ دوسروں کو ایذا پہنچے نہ خود کو رنج اٹھانا پڑے۔ انسان کا لفظ جملہ افراد پر حاوی ہے مگر کوئی عالم ہے کوئی جاہل کوئی ناقص ہے، کوئی کامل، کوئی ظالم ہے، کوئی عادل، کوئی لئیم ہے، کوئی اراذل، کوئی نادان ہے کوئی عاقل، کوئی نااہل ہے، کوئی قابل، کوئی مکار کوئی نادان، کوئی ولی، کوئی شیطان۔ یہی انسان خدائی کا مظہر بھی ہے اور خود نمائی کا مظہر بھی۔ اور یہی انسان ہے کہ منبع شرافت بھی ہے اور مجمع شر و آفت بھی

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا   آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

بعض الفاظ اپنے اثرات کے اعتبار سے جاندار ہیں اور بعض بے جان بعض زندہ لوگوں کی زبان سے بے جان الفاظ نکلتے ہیں اور بعض کے ایسے جاندار ہیں کہ قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ زندہ رہینگے یہ کیا ہیں۔ علماء و فضلاء کے تصانیف ہیں جن پر ”ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما“ کی مہر

لگی ہوئی ہے۔

رعب و ہیبت، خدمت و اطاعت کے لحاظ سے حیوان کے نام کے الفاظ بھی موثر ہیں مواقع کے اعتبار سے اثر جدا جدا ہوتا ہے۔ شیر، ببر، چیتا بھیڑیا وغیرہ یا ہاتھی، گھوڑا، گائے، بیل وغیرہ سیر و شکار یا خرید و فروخت کے اعتبارات سے خوف، خوشی، غم کے اثرات لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں

جمادات و نباتات کے نام میں بھی اثرات ہیں۔ لعل و گوہر، الماس، یاقوت، چاندی، سونا یہ کیسے خوش آیند اور کتنے پُر اثر الفاظ ہیں۔ آم، خربوزہ انار، سیب، سنگترہ، انناس کس قدر مرغوب طبع عامۃ الناس ہیں یہ سب کچھ سہی جب تک لفظ ہی لفظ ہوں اور معناً ان سے استفادہ کی توقع نہ ہو تو ان کے استعمال پر "گڑ کہنے سے منہ میٹھا نہیں ہوتا"

اہانت کے الفاظ گدھا، بے وقوف، احمق، بیل وغیرہ رنج دیتے ہیں اور ہمت افزا الفاظ بہادر، شجاع، رستم، شیر وغیرہ دل بڑھاتے ہیں بعض وقت اچھے لفظ نا اہل کے حق میں توہین کا اثر کرتے ہیں جیسے احمق کو دانا، نامرد کو شیر، فقیر کو امیر کہنا۔ اور بعض لوگوں کو ان کی عزت سے زیادہ معزز لفظ خوش بھی کر دیتے ہیں جیسے چپراسی کو دفعدار، دفعدار کو جماعدار اہل کار کو صیغہ دار، منشی کو مولوی کہہ دینا۔ خوشامد کے خوش آیند الفاظ سبھی کو اچھے معلوم ہوتے ہیں ع "خوشامد ہر کرا گفتی خوش آمد" حال آنکہ خوشامد دروغ بیانی و ظرافت ہے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اچھے لفظوں میں اچھا اثر نہیں ہوتا، ضرور ہوتا ہے وہ زبانوں سے نکلتے ہیں تو شیریں ہوتے

ہیں اور سنے جاتے ہیں تو خوشگوار الفاظِ علم و حکمت کی ساری دنیا زیرِ
احسان ہے اور جادو بیانی سے مسخر انسان ہے معانی میں سب کا کچھ نہ کچھ
حصہ ہوتا ہے لیکن الفاظ ہی ہیں جن کی فصاحت و بلاغت سے معانی کی
شان دو بالا ہو جاتی ہے اور الفاظ ہی ہیں جو معانی کو عدم سے وجود میں
لاتے ہیں۔ با ایں ہمہ معانی کی شان الفاظ سے اعلیٰ ہے اگر معانی میں
خوبی نہ ہو تو الفاظ میں بھی حسن نہ آئیگا گویا الفاظ کا حُسن معانی کی خوبی ہی پر
موقوف ہے جیسے معانی ہوں گے الفاظ کا ویسا ہی اثر قلوب پر پڑے گا

اتفاق

میل ملاپ۔ میل جول۔ دوستی۔ محبت۔ اخلاص۔ ملاقات۔ موافقت
سازگاری۔ اتحاد۔ اختلاط۔ ارتباط۔ ربط ضبط۔ یک دلی۔ یک جہتی۔ یگانگی
ایکا۔ سنجوگ یہ سب الفاظ اتفاق کے مرادف و ہم معنی ہیں اتفاق سے ایک
دوسرے کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ اتفاق سے مشکلیں آسان ہو جاتی
ہیں۔ اتفاق سے ایک شخص دوسرے کی مدد کرتا ہے اتفاق سے امن
قائم رہتا ہے امن کا خواہاں کون نہیں۔ مدد کی حاجت کس کو نہیں تمدن کی
بنا، اتفاق پر قائم ہے "ہمہ از اتفاق می آید" اگر اتفاق نہ ہو تو نظام عالم
بگڑ جائے۔ تاریخیں گواہی دے رہی ہیں کہ دنیا میں ساری خرابیاں نا اتفاقی
سے پیدا ہوئیں۔ نا اتفاقی کی برائیاں اور اتفاق کی خوبیاں سب جانتے ہیں
مگر اس کا کیا علاج کہ اکثر لوگ بھلائیوں کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے جس کی وجہ

سے مصیبت، آفت، زحمت، ذلت اٹھاتے رہتے ہیں شہد کی مکھیوں کو دیکھو کہ شیر و شکر کی طرح مل جلکر اتفاق سے رہتی ہیں تو اس کا نتیجہ شہد نکلتا ہے اگر انسان متفق ہو جائیں۔ تو کیا کچھ نہ ہو (دو دل یک شود بشکند کوہ را) سوت کس قدر کمزور ہوتا ہے مگر بہت سے کمزور مل کر مضبوط ہو جاتے ہیں تو اس کا توڑنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہی رشتۂ خام علیحدہ علیحدہ ہو تو پھر سوت کا سوت ہو جائے اتفاق بڑی چیز ہے۔ دو اکائی گیارہ ہو جاتے ہیں تو دو آدمی اتفاق سے کیا کچھ نہیں ہو سکتے چور، ٹھگ اتفاق کرتے ہیں تو لوگوں کو ہزاروں طرح کی تکلیف دیتے ہیں اگر نیک لوگ متفق ہو جائیں تو اپنے ہمجنسوں کو کیا کچھ نہ راحت پہنچائیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ چمار، دھوبی، خاکروب وغیرہ تو اپنے جھگڑوں کا فیصلہ آپس میں کرلیں اور ہم ذرا ذرا سے معاملہ کو عدالتوں میں پیش کر کے بات کا بتنگڑ بنا دیں۔ ہر شخص راحت کا طالب ہے اور راحت اتفاق سے نصیب ہوتی ہے مگر نااتفاقی کر کے لوگ اپنے لئے جھگڑا مول لیتے ہیں۔ آفت سر پر لیتے ہیں مصیبت سہتے ہیں۔ صدمے جھیلتے ہیں۔ دکھ اٹھاتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسی سمجھ ہے۔ چوری، قزاقی، ٹھگی، قمار بازی کیسے برے کام ہیں۔ مگر ان لوگوں کا اتفاق ہے کہ ان برائیوں کا انسداد نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے جہاں چند آدمی کوئی اچھا کام کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں تو وہاں حسد اور خود غرضی سے کام بگڑ جاتا ہے سیر چشم، بلند حوصلہ عالی ہمت اشخاص خود غرضی اور حسد کے اوصاف ذمیمہ سے مبرا ہوتے ہیں۔ یہ اشخاص لوگوں میں پھوٹ نہیں ڈالتے۔ جب تک کسی خاندان میں اتفاق قائم رہتا ہے

امن و راحت سے زندگی بسر ہوتی ہے۔ کام خوبی سے چلتا ہے۔ جہاں خود غرضی آئی پھوٹ پڑگئی، فساد برپا ہوگیا، جھگڑے شروع ہوگئے مصیبتیں نازل ہوگئیں۔ اب مخالفت میں راستی سے کون کام لیتا ہے تہمت، بہتان، افترا پردازی ہے کہ دونوں طرف آگ برابر لگائے جاتی ہے جس سے سب کی زندگی تلخ و بے مزہ ہوجاتی ہے۔ غرض نااتفاقی کی وجہ سے ہزاروں آفتیں پڑتی ہیں۔ لوگ ان واقعات کو دیکھتے اور سنتے جاتے ہیں ان پر بھی جان بوجھکر آفت سر پر لیتے ہیں۔ ع "بریں عقل و دانش بباید گریست!"

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ برُے کام پر اتفاق کرنا نادانی و حماقت ہے جس کا نتیجہ مصیبت و ذلت ہے۔ برُے کام کا اتفاق آزادی سے محروم اور راحت واطمینان کو مفقود کر دیتا ہے۔

عزیزو! سنو جب کئی آدمی ایک جگہ ہوں یا کئی چیزیں اکٹھا ہوں تو انکا نظارہ دلکش اور جہتم بالشان ہوگا۔ جہاں لوگ بسیں، مکان بنیں اور بازار لگیں وہ گاؤں یا قصبہ یا شہر ہوگا جہاں بہت سی رقم جمع ہو وہ خزانہ ہوگا۔ جہاں لالہ اپنی بہار دکھائے وہ لالہ زار ہوگا۔ جہاں سبزہ لہلہائے وہ سبزہ زار ہوگا جہاں خوشبو مہکے وہ گلزار ہوگا۔ جہاں حوریں رہتی ہوں وہ جنت ہوگی۔ جہاں طالب علم پڑھتے ہوں وہ مدرسہ ہوگا۔ یہ سب اتفاق کی برکتیں ہیں۔ اگر طالب علم پڑھنے کی جگہ لڑیں جھگڑیں تو مدرسہ کاہے کو خاصا خرابات ہوا جہاں آئے دن جھگڑے ہی ہوتے رہتے ہیں۔

سعادتمندو! سنو ہم عمروں سے الفت و محبت، استاد کی تعظیم

وعظمت، ماں باپ کا ادب وخدمت، بھائی بہنوں پر مہربانی وشفقت بزرگوں کی تکریم واطاعت یہ سب باتیں اتفاق میں داخل ہیں تم ان باتوں پر عمل کرو تو تمہاری سعادت ہے ورنہ بدبختی ونکبت۔ کیا تم ذلت کو گوارا کرتے ہو زحمت کو پسند کرتے ہو جو نا اتفاقی کی وجہ سے ہوا کرتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ تم ذراسی بھی عقل وفہم رکھتے ہوگے تو کسی سے لڑ جھگڑ کر، کسی کے ساتھ گستاخی وبے ادبی کرکے کسی کی نافرمانی کرکے، اپنے لئے ذلت وآفت نہ مول لوگے۔ تم علم وادب اخلاق سیکھو پھر تم کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ اتفاق میں کیا کیا خوبیاں اور اسکی کیسی کیسی برکتیں ہیں۔

دوستی ناداں

نادان کی ہمنشینی سے وہ وہ مشکلیں پڑتی ہیں کہ اُن کا آسان ہونا دشوار ہو جاتا ہے۔ نادان آدمی کسی کو فائدہ بھی پہنچانا چاہتا ہے تو نقصان ہی پہنچاتا ہی بھوہڑ جورو تو صرف ایک شوہر کا دم ناک میں کر رکھتی ہے مگر نادان ملنے جلنے والے جتنے لوگ ہوں سب کو نقصان ہی پہنچاتا ہے۔ نادان جب اپنی نادانی کی وجہ سے اپنے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو دوسرے کو کیا نفع پہونچا سکے گا اگر نادانی کے ساتھ رذالت وکمینگی بھی ہو تو وہ نشتر نہیں شر کا پتلا ہے۔ اس سے سراسر نقصان ہی کا اندیشہ ہے۔ بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ نادان بھی اپنے کو بڑا عقلمند سمجھتا ہے عقلمند تو مشورہ بھی لیتے ہیں مگر نادان کسی کے مشورہ ہی پر نہیں چلتا ؎

گر از بسیطِ جہاں عقل منعدم گردد ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بخود گماں نبرد ہیچکس کہ نادانم

نادان سے دوستی کروگے تو وہ تمہاری رائے کو تو مانیگا نہیں اور تم کو جو رائے دیگا اُس کے ماننے پر مجبور کرے گا۔ تم اُن لوگے تو نقصان ہوگا۔

نادان سے تو ایک بیل اور گدھا اچھا ہے کہ بوجھ اُٹھاتا ہے اور ہمیں پہنچاتا ہے

ٹھوہٹر سے لکڑی بھلی جوجا لا دیوے پور　　مورکھ تے گدھا بھلا جو بوجھ پہنچاوے دور

اگر کوئی تمہارا دوست نادان ہو اور ایک دانا دشمن تو دانا دشمن سے ضرر رسانی کا اتنا اندیشہ نہ ہونا چاہئے جتنا نادان دوست سے۔ دانا دشمن یہ سمجھکر کہ کسی کو میری طرف سے نقصان پہونچیگا تو انتقام کی زد سے میں بھی نہ بچ سکونگا۔ نقصان پہنچانے سے باز رہتا ہے مگر نادان آدمی کو تو اپنے نقصان کا خیال ہی نہیں ہوتا۔ وہ خود بھی ہلاکت کے دریا میں ڈوبتا ہے اور دوسرے کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبتا ہے اُس کو عزت و آبرو کا لحاظ کہاں یہ تو دانائی کی بات ہے، بے حرمتی سے زندگی بسر کرنا اس پر یہ سمجھنا کہ کسی طرح بھی ہو زندگی تو بسر ہو رہی ہے نادان ہی کا کام ہے

چتر امانس سدا سکھی اور مورکھ دکھی مدام　　گھٹت بڑھت جانت نہیں پت پالہ بروں کے کام

بڑے غضب کی بات یہ ہے کہ نادان کسی عقلمند کا کہا بھی تو نہیں مانتا ایسے نرے احمق کے اصلاح پر آنے کی کیا امید وہ نہ اپنے کو خوش رکھ سکتا ہے نہ دوسرے کو

گیانی کاٹے گیان سے اور مورکھ کاٹے رُوئے　　وہ دھرے کا دنڈ ہے بھگتے کا ہر کو سے

اُس نادان کے سنبھلنے کی پھر بھی امید ہوسکتی ہے جو عقلمندوں کے مشورہ پر چلے مگر ایسے عقلمند نہیں جو چلتے پرزے ہوں۔ ایسے لوگ تو بیچارے نادان کو تباہ ہی کرکے چھوڑ ینگے بیچارہ نادان اپنی نادانی سے زیادہ مکاروں کے کرسے نقصان اٹھائے گا اُنسے میل جول رکھنے، معاملات کرنے میں شناسائی کو دوستی کی حد

نہ بڑھانا چاہیئے ع "کہ خبثِ نفس نگردد بسالہا معلوم"

دنیا میں سچے دوست کا ملنا نہایت مشکل ہے۔ تمدنی زندگی کی وجہ سے آدمی ملاقات بڑھانے پر مجبور ہوتا ہے مگر اس سے اس کو فائدہ بہت کم ہوتا ہے اور نقصان زیادہ اس لئے تجربہ کار بزرگ مصیبتیں اٹھا اٹھا کر ہمنشینی ہی سے پرہیز کرتے ہیں اور معاملات کی ناگزیر مجبوریوں کے باعث لوگوں سے مل جل لیتے ہیں۔

شعر
نے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

چونکہ لڑکے جنہیں عقل کم ہوتی ہے اور تجربہ نہیں ہوتا بُری صحبتوں میں آوارہ ہو جاتے ہیں اس لئے بری صحبتوں سے بچوں کو بچانا اُن کے سرپرستوں کا فریضہ ہے اور لڑکوں کو بھی جب شعور آجائے تو اُن کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ بزرگ ہماری ہی بہتری کے لئے بُری صحبتوں سے ہم کو باز رکھتے ہیں۔

اکثر لوگوں کو نادان شناساؤں کی ہمنشینی سے نقصانات اُٹھانے پڑتے ہیں نادان شناسا مخاطب کا دل دُکھانے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے۔ ملامت کرنے میں مطلق تامل نہیں کرتے۔ مخاطب کو دلی رنج پہنچتا ہے اور انہیں حس تک نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کو دوسرے کا دوست سمجھتے ہیں مگر دوستی کے حقوق ہی سے ناواقف ہوتے ہیں دوستی ہی میں دشمنی کے کام کر جاتے ہیں اور اس کو سمجھتے ہی نہیں وہ اپنے لئے تو ایک بات کو ناپسند کرتے ہیں مگر دوسرے کو اس پر عمل کرنے کے لئے زور دیتے ہیں وہ اپنے شناساؤں کے افعال پر سرزنش کرتے ہیں اور اس پر اکتفا نہ کرکے دوسروں میں بھی بدنام کرتے ہیں ایسے نادان شناساؤں سے تنگ آکر ایک شخص نے عقلمندوں سے فریاد کی تھی کہ "مجھے

میرے دوستوں سے بچاؤ" یہ خود غرض دوست کیا ہوئے دشمن ہوئے اُن کو دوستی کے پردے میں دشمنی کرنے کا خوب موقع ملتا ہے ایک دفعہ کوئی ان سے سلوک کرے تو ہمیشہ سلوک ہی کے متوقع رہتے ہیں اگر دس دفعہ کے سلوک کے بعد کسی مجبوری سے ایک دفعہ بھی چشم پوشی کر دو تو دشمن بن جاتے ہیں محسن کو بدنام کرتے ہیں اور درپے آزار ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کسی پر احسان کرتے ہیں تو اس کو شہرت دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان پر احسان کرتا ہے تو اس کو چھپاتے ہیں۔

ایسے لوگ کسی کے دوست تو نہیں ہو سکتے مگر اپنے مطلب کے دوست اور اپنی غرض کے بندے ضرور ہوتے ہیں۔ کیا یہ نادانی نہیں ہے کیا ایسے دوستوں سے فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے نادان ایسے خود غرض یا تو اپنا فائدہ اور دوسروں کا نقصان کرتے ہیں یا نری حماقت ہو تو اپنے ساتھ دوسروں کو بھی نقصان پہونچائے بغیر نہیں رہتے۔ ع

"یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت" اگر ایسے لوگ مخدوم ہو جائیں تو خدام کو اپنی مصلحتوں پر بھینٹ چڑھانے میں ذرا بھی تامل نہ کریں اور ایسا ہوا بھی ہے تاریخیں اسکی شاہد ہیں۔

عزیزو! عامیوں کی ہمنشینی سے احتراز کرو۔ نقصان اٹھا کر آبرو گنوا کر تجربہ حاصل کرنے سے کیا فائدہ؟ جس کے عادات و اخلاق اچھے ہوں اور جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا ہو، تم کو اس کی ہمنشینی اختیار کرنی چاہئے۔

یادِ رفتگاں

نیکو کار یا بدکار بس دو ہی قسم کے لوگ ہیں جو اپنی یاد دنیا میں چھوڑ جاتے ہیں اُن میں عام لوگ (جن کے مرنے کے بعد اُن کے عزیز و اقارب، دوست احباب اس وجہ سے کہ اُن سے قرابت یا دوستی تھی چند روز اُن کو یاد کر کے آنسو بہا لیتے ہیں) ایسے ہیں کہ اُن کی یاد سریع الزّوال اور چند ہی افراد سے متعلق ہوتی ہے۔ البتہ جو لوگ اپنے اچھے بُرے افعال میں اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور ایک کثیر الافراد گروہ میں اپنی یادآوری کے اسباب چھوڑ جاتے ہیں اُن کی یاد لوگوں کے دل میں دیرپا اور تازہ رہتی ہے۔

دنیا میں اکثر وہ اشخاص نام پیدا کرتے ہیں جو اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں یا بدکرداریوں کے باعث نقصان اور اُن کو (اُن افراد کے علاوہ جن کو ان لوگوں سے فائدہ یا نقصان پہنچا ہے) عموماً اکثر لوگ اُن کے زمانہ اور بعد کے بھی تعریف یا مذمّت سے یاد کرتے رہتے ہیں اور یہی طبائع انسانیہ کا مقتضا ہے۔

اے عدم کے رہنے والے نیک نہاد لوگو! اگرچہ دنیا میں تم اب نظر نہیں آتے اور سفرِ آخرت کئے تم کو مدتیں گذر چکیں لیکن اپنے بعد دنیا میں تم اپنے مہتم بالشان ایسے کارنامے چھوڑ گئے ہو کہ دنیا تم کو یاد کرتی رہتی ہے۔ تم زندۂ جاوید ہو۔ جس طرح تمہاری زندگی میں لوگ تم سے استفادہ کرتے تھے اب بھی برابر مستفید ہوتے جاتے ہیں۔ تم سے بجز فائدہ کے کسی فرد بشر کو نقصان پہنچا ہی نہیں تمہاری

ذات میں ایسے ایسے اوصافِ حمیدہ تھے کہ عالم آباد تمہارے قیام کے قابل نہ تھا لیکن وہاں تم اس لئے ٹھہر گئے ہو کہ دنیا اس سے زیادہ ناقابلِ سکونت ہے تم کو یہاں کے جھگڑوں سے نجات مل گئی وہاں تم آرام سے ہو ہم کو تمہاری خبر تو نہیں ہوتی مگر تم ہماری صلاح و فلاح کے خواہاں ہو، تمہارے کارناموں سے ہم دارین کا فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور ہماری زندگی اطمینان کے ساتھ بسر ہو رہی ہے۔ تم خدا کے مقبول بندے ہو کہ بقائے نام و شہرتِ دوام تم نے نیکیوں میں حاصل کر لی

اے سخاوت شعار، عدالت شیوہ، شجاعت پیشہ لوگو! دنیا میں خدائے عزوجل کا فضل جب تک تم پر رہا و سادۂ ثروت و مسندِ حکومت پر تم نے وہ داد دہش اور وہ حق پژوہی کی اور میدانِ نبرد میں دلیری کے وہ جوہر دکھائے کہ ایک عالم تمہارے بذل پر مائل تمہارے عدل کا قائل ہو گیا اور تمہاری تیغِ شجاعت کا لوہا مان گیا تمہارے ان کارہائے نمایاں کے کارنامے آسمانِ شہرت پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔ اور اب تک بھی (کہ تم کو یہاں سے عالمِ بقا کی طرف گئے ہوئے ایک مدت گزر گئی) اُسی آب و تاب کے ساتھ تمہارے کارنامے چمک رہے ہیں اور اُن کی ضو سے تمام عالم منور ہے۔

اے دنیا میں رہنے والو! تم دیکھ رہے ہو کہ جو نیک لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں اُن کو لوگ کیسی تعظیم سے یاد کرتے اور ان کا نام کس عزت سے لیتے ہیں پھر تمہاری آنکھوں پر غفلت کے پردے کیوں پڑ گئے ہیں اور کب تک یونہیں پڑے رہینگے۔ کیا تم میں عقل و فہم نہیں ہے۔ کیا تم ابھی بچے ہو! توں کو نہیں سمجھ سکتے ہو سمجھتے ہو تو پھر یہ تغافل کیوں ہے۔ غور کرو تم نے کیا کیا اور تمہیں کیا کرنا چاہئے کس طرح

تم عزت کی زندگی بسر کر سکتے ہو۔ زندگی مگر ذلت کی زندگی کس کام کی تم اپنے کانوں سے بروں کی مذمت اُن کی زندگی ہی میں سن رہے ہو اور دیکھ رہے ہو کہ مرنے کے بعد بھی لوگ بدکاروں پر لعنت و ملامت کرتے اور اُنکی اولاد کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، بد اشخاص برائی کے ساتھ اور نیک آدمی بھلائی کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں اس پر بھی تم عبرت نہیں حاصل کرتے۔ اگر عبرت حاصل کرتے تو اپنی عمر کو یوں غفلت میں نہ کھوتے اور اس طرح خواری میں بسر نہ کرتے۔

عزیزو! وقت کی قدر کرو۔ جس قدر تم سے نیکیاں ہو سکیں کئے جاؤ اپنے فائدہ کے علاوہ دوسروں کو بھی نفع پہونچانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ دنیا میں قابلِ قدر و عزت وہی شخص ہوتا ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ علم سے، دولت سے، حکومت سے، نصیحت اور عدل و احسان لوگوں کے ساتھ کرتے رہو آج علماء فضلاء اور عادل و باذل اشخاص کا نام دیکھو اُن کے مرنے کے سالہا سال بعد بھی کس تعظیم و عزت کے ساتھ لیا جا رہا ہے اور جو لوگ ایسے کام انجام دے رہے ہیں دیکھو اُن کی کس قدر عزت ہو رہی ہے اس لئے انسان ہونے کی حیثیت سے تم کو بھی چاہئے کہ ان کی تقلید کرو اور کوشش کر کے خود کو اخلاقِ حسنہ کا قابلِ تقلید بہترین نمونہ بناؤ۔

اُمید

اُمید کو انسان کی زندگی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ یہ کسی حالت میں انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ راحت کے طریقے بتاتی ہے۔ ہمت و جرأت

دلاتی ہے بگڑی کو بناتی ہے۔ رنج و بیماری میں ہمدرد و تیمار دار بنی رہتی ہے بُرے وقت کا کوئی ساتھی نہیں۔ مگر امید ہے کہ ہر حالت میں انسان کا ساتھ دئے جاتی ہے مفلس ہو یا تونگر، غریب ہو یا امیر، بادشاہ ہو یا گدا سب کو اسی کا سہارا ہے دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک جاہل عالم، ایک مفلس تونگر، ایک زاہد صوفی، ایک عابد ولی بنجاتا ہے تو یہ امید کے سوا اور کس کی اعانت ہے۔ امید غمگین کو شاد کرتی امیر کو راحت دیتی فقیر کو قناعت سکھاتی، بزدل کو شیر بناتی، شیر کو پنجۂ تہور عطا کرتی، جھونپڑوں میں محلوں کا خواب دکھاتی، اور ویرانہ کو گلشن بنا دیتی ہے۔ یہ عجیب کرشمہ پرداز ہے اس کے دلربا افزا خیالات نہایت مسرت بخش ہوتے ہیں جن سے آدمی گھنٹوں جی بہلایا کرتا ہے آؤ ہم باغ امید کی تم کو بھی سیر کرائیں۔ دیکھا کس قدر جلد پہنچ گئے۔ دیکھو کیا دلکشا باغ ہے کیسے کیسے رنگا رنگ کے پھول کھلے ہیں۔ سنو طیور چمن کیسی دلکش صداؤں سے نغمہ سنج ہیں۔ سبحان اللہ پھولوں کی رنگ و بو طیور کے چہچہے، کیسی فرحت بخش نعمتیں ہیں۔ اس باغ کی سیر کئے جاؤ جی سیر نہیں ہوتا۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ہماری امید فساد پر مبنی نہیں ہے ہم نہیں چاہتے کہ ہم کو گل تو دوسرے کو خار ملے۔ بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری طرح ہمجنس بھی باغ امید کی سیر کریں۔ گلوں کی خوشبو سونگھیں۔ بلبلوں کے نغمے سنیں اور گل امید سے اپنا دامن بھر لیں اور یہی ہم کو چاہئے بھی۔ کیونکہ ہم بشر ہیں، اعضائے یکدگر ہیں۔ ہم تنہا مسرت سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتے جب تک کوئی رفیق ہمارے ساتھ نہ ہو اس لئے ہم کو ایسی خواہش ایسی تمنا کرنی مناسب ہے کہ ہماری آرزو پوری ہو اور دوسرے کا نقصان نہ ہو۔ بہترین آرزو وہ ہے کہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے اور ایسی آرزو جلد پوری بھی ہوتی ہے اگر ہم

ایسی امیدکہ بر آنے کی کوشش کریں کہ دوسرے کا نقصان ہو کر ہم کو نفع پہنچے اور ہماری یہ کوشش ہم کو کامیاب کر بھی دے تو ہم دیر تک نفع اندوز نہ ہو سکینگے کیوں کہ ہم نے دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنے ایک عضو کو بیکار کر دیا اس لئے ہماری قوت ٹوٹ گئی اور یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے کہ ہم کسی کو نقصان پہنچائیں اور وہ یا کوئی اور وجود ہمیں نقصان نہ پہنچائے ہم کو اپنی بدکرداری کا خمیازہ ضرور اٹھانا پڑے گا پھر ہماری امید ایسے فساد انگیز خیال پر کیوں مبنی ہو کہ دوسرے کے نقصان کے اثر سے ہم بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ ہم کسی کو بگاڑ کر اپنے کام کو سنوارنا چاہینگے تو خیالات کی بے چینی ہمیں کیا کچھ تکلیف نہ دیگی۔ اس تصور میں ہم باغ امید کی سیر کریں گے تو گلستاں ہستیاں بنکر ہمیں کاٹ کھانے کو دوڑے گا گلچینی کے وقت خار ہمارے ہاتھ آئینگے۔ خیالات کی غم افزا پریشانی بوئے گل سے مل کر ہمارے دماغ کو اور بھی پراگندہ کر دے گی عنادل کے نغمے شور و غوغا معلوم ہوں گے، شمشاد کا نظارہ ہمیں غمگین بنا دے گا۔ نرگس ہمیں آنکھ دکھائے گی سرو بے نقط سنائیگا، لالہ داغ دے گا۔ قمری غم کا طوق پہنائے گی جب اس طرح امید بر آنے سے پہلے دوسرے کی تباہی سے اپنی بھلائی کے خیالات ہم کو بے چین کر دیں۔ تو امید بر آنے کے بعد ہم کس طرح خوش رہ سکیں گے ہم کو غمگین رکھنے کے لئے کیا یہ خیال کافی نہیں ہے کہ دوسرا بھی اپنی تباہی کا ہم سے عوض لیکر چھوڑے گا۔ جب انسان کی زندگی کا مدار تمدن پر ہے اور تمدن کی غرض ایک دوسرے کی امداد و اعانت کرنی ہے تو امداد پہنچانے کی جگہ نقصان پہنچا کر ہم کیونکر فائدہ حاصل کرتے رہینگے ہم کو لازم ہے کہ دوسرے کے فائدہ کو اپنا فائدہ سمجھیں اور دوسرے کے نقصان کو

اپنا نقصان کا اور اسی سے ہمارا ابھی کام نکل سکتا ہے اور ہم راحت سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

انسان سارے کام امید ہی کے بھروسے پر کرتا ہے۔ امید پر معاش کا مدار ہے اور معاد کا انحصار۔ طاعت امید ہی کے اعتماد پر کرتا ہے اور اطاعت اُمید ہی کے اعتبار پر۔ طالب علم پڑھتے ہیں امتحان کے لئے محنت اٹھاتے ہیں تو اس امید پر کہ کامیاب ہو کر عزت پیدا کرینگے، دولت کمائینگے، چین سے زندگی بسر کریں گے۔ عابد عبادت کرتے ہیں کہ اس کے صلہ میں جنت ملیگی۔ صوفی ریاضت کرتے ہیں تا جلوۂ طور کو اپنے دل میں مشاہدہ کریں۔ غرض ہر فرد بشر کوئی کام کرتا ہے تو کسی نہ کسی امید پر۔ مزارع کی زراعت، تاجر کی تجارت، صنّاع کی صنعت، معمار کی تعمیر، امید ہی کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ زندگی کے اختتام تک جو آفتیں انسان پر پڑتی ہیں اُن کو وہ اُمید کے خوش آیند خیالات کے باعث سہہ لیتا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ انسان کی ساری اُمیدیں بر نہیں آتیں اگر ایسا ہو تو کارخانۂ قدرت میں خلل واقع ہو جائے مگر انسان کو جب کسی بات کی امید بندھ جاتی ہے تو اس کے بر آنے کے لئے کوشش کئے جاتا ہے چاہے وہ بر آئے یا نہ بر آئے۔ چونکہ اُمید ورنگا سلسلہ زندگی تک انسان کا ساتھ دیتا ہے اس لئے اس کی جب کوئی اُمید ٹوٹ جاتی ہے تو دوسری آرزو کو دل میں جگہ دے لیتا ہے اگر کوئی آدمی بالکل نا امید ہو کر بیٹھ رہے تو زندگی وبالِ جان بن جائے مگر نہیں "دنیا بامید قائم است" آدمی کو نا امید نہ ہونا چاہئے اور مذہب کی بھی ہدایت ہے کہ خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ اور امید کو دل میں جگہ دینے سے اطمینان ہو ہی جاتا ہے۔ مریض کو

دوا استعمال کر کے صحت کی امید ہوتی ہے گنہگار کو توبہ استغفار کر کے مغفرت کی،
جوانوں کو بڑھاپے تک جینے کی امید ہے تو بوڑھوں کو کچھ دنوں اور دنیا میں بسر
رہنے کی توقع ہے اگرچہ انسان کو مایوسیاں بعض وقت پریشان کر دیتی ہیں مگر مایوسی
بھی ہمارے لئے مفید ہے گو اس کا اندرونی فائدہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری کوئی امید
بر نہیں آتی اور دعا مقبول نہیں ہوتی تو ہم غمگین ہو جاتے ہیں۔ مگر غیب داں نہ ہونے
کی وجہ سے یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ہماری ہر ایک امید بر آئے تو ہمیں مایوسی سے زیادہ
رنج اٹھانا پڑے۔

ایک شخص کا گوسفند چرتے چرتے گم ہو گیا۔ سارا جنگل چھان مارا کہیں پتہ نہ ملا
آخر یہ سمجھکر کہ کسی نے اس کو چرالیا ہوگا دعا مانگی خداوندا۔ میرا گوسفند چور لیگیا
ہے وہ مجھے مل جائے اس کے بعد ہی ایک شیر سامنے آ کھڑا ہو گیا اور کہا اے
انسان، تیری دعا مقبول ہو گئی اب میں خدا کے حکم سے تیرے سامنے حاضر ہوں
تیرا جی جو چاہے کر۔ شیر کو دیکھتے ہی اس کے حواس بجا نہ رہے۔ پھر تضرع سے
دعا کی سائیں۔ اس بلا کو دفع کر دے۔ میں تیرے نام کا ایک اور گوسفند قربانی
کروں گا۔

انسان چونکہ عالم الغیب نہیں اس لئے وہ نہیں جان سکتا کہ کسی امید کے
نہ بر آنے میں بھی اس کی فلاح و بہبود ہے۔ دوسروں کی تباہی اور اپنی منفعت
کی امید کا بر نہ آنا ہی بہتر ہے کیوں کہ کسی کو تباہ کر کے آپ خوشحال رہنا
کوئی آسان بات نہیں ہے

عزیزو۔ نیک نیتی پر امید کی عمارت بناؤ یہ کسی کے ڈھائے نہ ڈھیگی

اس اُمید کو دل میں جگہ نہ دو جس کے بر آنے سے دوسرے کا نقصان ہوتا ہو بلکہ عالی
ہمتی سے ایسی امید کو دلنشیں کرو جس کے نکلنے سے دوسرے کا بھی نفع ہو اور اسی
طرح کی امیدیں بر آنے کی کوشش کرو تمہاری یہ کوشش کارگر بھی ہوگی اور کامیابی پر تم ہمیشہ خوش بھی ہوگے

یاس

عموماً یاس کو لوگ افسردہ دلی کا باعث سمجھے ہوئے ہیں مگر غور کیا جائے تو یاس
اکثر مواقع میں امید سے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے کوئی اس کا خیال نہیں کرتا
خود غرضی کے توقعات اکثر و بیشتر نقصان پہنچا کر کام نکالنے کے منصوبوں پر منحصر
ہوتے ہیں۔ جب ان منصوبوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ تو غرضمند مغموم ہوتے ہیں، کفِ افسوس
ملتے ہیں، مایوسی ان کے دلوں کو پژمردہ کردیتی ہے۔ مدتوں الجھنوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ اگر
عقل سے کام لیں تو مایوسی ان کے لئے باعث راحت ہو۔ کیوں کہ برائی سے کاربراری کا
نتیجہ تکلیف و ایذا میں مبتلا کرنے کا سبب ہوتا۔ جب یاس کی بدولت واقعی تکلیف سے
نجات مل جائے تو کیوں نہ خوش ہوں کیا اپنی صلاح و فلاح کیلئے دوسروں کو
تکلیف و ایذا میں مبتلا کرنے کا کوئی اچھا نتیجہ ہے۔ ہرگز نہیں "از مکافاتِ عمل
غافل مشو" کا ادب آموز مقولہ ہر بدکردار کو آنکھیں نکال نکال کر ڈراتا رہتا ہے
کہ خبردار! جیسی کرنی ویسی بھرنی!"

دل کے ابھارنے سے خواہش نفس کے کہنا ماننے کیلئے اکثر لوگ ایک دوسرے
کی آبروریزی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور نتیجہ نکلنے تک اس پر غور نہیں کرتے کہ
ہم کس کام پر تلے ہوئے ہیں۔ اُمید بر آئی تو دوسروں کے ساتھ اپنی بھی آبرو

گئی خوش قسمتی سے مایوسی نصیب ہوئی تو عزت بچی۔ مگر اس حفظ عزت کا خیال
نہ کر کے مایوسی کا رنج کرتے ہیں۔ اگر غور و فکر کریں تو مغموم ہونے کی جگہ مسرور ہوں
اور آئندہ کی توقع راحت و اطمینان خاطر کا باعث ہو۔

ہر آدمی کو اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ میں کسی کو کسی طرح کا نقصان
پہنچاؤں تو کیا وہ شخص مجھے نقصان نہیں پہونچائے گا یا ویسا ہی نقصان کوئی شخص
مجھے پہنچائے تو کیا رنج نہ ہوگا۔ دوسرے کی نقصان رسانی، دوسرے کی آبرو
ریزی کی نیت کے وقت انسان اپنے نقصان و آبرو ریزی کا خیال کرے
تو پھر ایسے برے افعال کا مرتکب نہ ہونے پائے۔ دنیا میں یہ برابر دیکھا جاتا
ہے کہ لوگوں کے افعال ذمیمہ کے برے نتائج ضرور نکلتے ہیں اور فاعل شر کو
مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں، جو لوگ اپنی بھلائی دوسروں کی تکلیف رسانی میں
سوچتے ہیں وہ خود بھی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں انسان کو خود غرضی اندھا بنا دیتی
ہے۔ وہ اپنی غرض کے مقابلہ میں دوسروں کی تکلیف و مصیبت کا خیال نہیں کرتا
بلکہ عمداً دوسروں کو تکلیف دیکر اپنی غرض نکالتا ہے۔ کیا ایسا شخص غرض نکالنے
کے بعد خوش رہ سکتا اور آرام پا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں جس طرح اس نے اپنے
خوش رہنے اور آرام پانے کے لئے دوسرے کو تکلیف دی تھی۔ ویسا ہی
دوسرا بھی اپنی غرض کے لئے اس کو ضرور تکلیف دیگا۔

یاس کی حالت میں آدمی سوچ لے کہ آئندہ میں کیا کروں اگر مقصد اچھا
ہو تو اس کے بر آنے کے لئے اور بھی ہمت اور کوشش کرے اور برا ہو تو
اس کو ترک کر دے۔

اے یاس! راحت کی وجہ، اطمینان کا سبب، افعالِ شنیعہ کی امیدوں
کی جگہ تو دلنشیں ہو جا۔
اے یاس جن نفسانی خواہشوں کی مخالفت میں تو نے ساتھ نہیں دیا عزت گئی
تباہی آئی، نام کو بٹا اور دامنِ عفت پر دھبا لگا! افسوس ہے اُن پر جو تیری وجہ سے
رنجیدہ ہوں۔ تیرے احسان کو نہ سمجھیں، نہ مانیں۔
اے یاس! تو نے نیکیوں کی مخالفت میں جس کی طرفداری کی وہ رسوا ہوا
ذلیل ہوا۔ اور برائیوں کے خلاف تو جن لوگوں کے دلنشیں ہو گئی وہ لوگ
اخیار ہوئے، ابرار ہوئے، زاہد و پرہیزگار ہوئے۔ ترکِ خواہشِ نفسانی کوئی
آسان بات نہ تھی۔ مگر اے یاس تجھ پر آفریں ہے کہ احرار کے دلوں میں تو نے
جگہ پائی برائیوں کی لذت کو جو لوگ باعثِ مسرت سمجھے انہیں دھوکا ہوا۔ مگر
افسوس ہے کہ مزہ چکھنے پر بھی تلخ و شیریں کی تمیز نہ کر سکے اور دھوکے ہی میں بعض
تو مدتوں اور اکثر مرتے دم تک رہے۔ وہی لوگ اچھے رہے جنہوں نے برائیوں
کی ظاہری لذت کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا اور برائیوں سے یاس کو جب
راحت سمجھے جو واقع میں ہے بھی۔ یہ اخیار ہیں اِن کے افعال بُروں کے مقابلہ
میں اعجاز و کرامت سے کم نہیں۔
نیکوں کے نزدیک برائیوں سے یاس راحت و مسرت و عزت کا سبب ہے
اور بُرے لوگ ہیں کہ برائی کی وجہ سے صدمے تکلیفیں اٹھانے پر بھی نہیں
چونکتے امید و یاس میں خوبی کی تمیز نہیں کرتے۔ ہر امید کے بر آنے کو باعث
مسرت اور مایوسی کو موجبِ غم سمجھتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ بہت سی امیدیں

باعث زحمت ہوتی ہیں اور بہت سی ناپوسیاں موجب راحت ہوتی ہیں خدا تعالےٰ نیک و بد سمجھنے کی توفیق دے۔

نیرنگیٔ خیال

خیال کی وسعت اور جدّت کا کیا پوچھنا۔ خاطر خواہ جی بہلانے کے لئے تو متخیلہ کو ہر شخص رفیق بنا سکتا ہے۔ گلشن کی خواہش ہوئی کہ پھولوں سے لدے ہوئے بے شمار اشجار پیش نظر نمودار ہو گئے۔ چمن پر رغبت ہوئی کہ خیابان سبزہ کے لہلہانے کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ میوؤں کا خیال آیا کہ انواع و اقسام کے درختان باروَر سامنے موجود ہو گئے۔ دست خیال کو بڑھا کر جس چاہو توڑ لو اور مزہ کی یاد سے لذّت اٹھاؤ۔

آدمی کو جب بہبود کی امید بندھ جاتی ہے تو اس کے بر آنے تک اپنے خیالات سے جی بہلا لیا کرتا ہے۔ بلند ہمت اپنی پست حالت کا خیال نہیں۔ اس کو کھانے کے لئے روٹی نہ ملتی ہو نہ سہی۔ مگر اس کے خیالی پلاؤ پکانے کون حارج ہو سکتا ہے۔ سواری کے لئے گھوڑا نہ سہی مگر خیالی گھوڑے دوڑ کے لئے تو ایک وسیع جولانگاہ موجود ہے۔

حماقت کے پتلے کا کیا علاج کہ وہ شیخ چلی کے سے خیالات پکانے دماغ پکاتا رہتا ہے۔

خیالات کے عجیب کرشمے ہیں۔ خوشی کا خیال آیا کہ دل باغ باغ ہو گیا غم کا تصوّر ہوا کہ دنیا بھر کی آفتوں کا سامنا۔ طرح طرح کے خیالات ہیں

بعد دیگرے آئے جاتے ہیں اور ستائے جاتے ہیں۔

مہر و وفا کی کمی نے دوستوں کے خیال کو بے مزہ سا کر دیا ہے اور فریب و دغا کی زیادتی نے دشمنوں کے خیال کو زہر آلود بنا دیا ہے۔ دوستوں کے خیال میں اتنا لطف نہیں آتا جتنا دشمنوں کے خیال سے ملال ہوتا ہے۔ بریں ہم سب بھی چند یا دو ایک سچے دوستوں کے خیال سے دل کو جو فرحت حاصل ہوتی ہے وہ ایک درد مند مہر آشنا دل کے لئے بس ہے۔

رندوں کا دماغ تو آسمان پر ہے ہر ایک کا نیا رنگ ڈھنگ ہے کوئی ایک دم لگا کر جاتا ہے یں فلک پر ہوں۔ کسی کے سر پر نشہ کا بھوت سوار ہے تو دھوپ کو ابر سمجھتا ہے ع جنگل میں پھر رہا ہے قلانچیں ہرن کے ساتھ۔ افیمی جتنا اونچا اُڑتا ہے اتنا ہی نیچے گرتا ہے، لہٰذا ذرا لڑا آتا ہے اور بیٹھے پر سے اُکھڑ جاتا ہے اُس کی نظروں میں آسمان بعینہٖ قمری ہے اور زمین خشخاش کا دانہ۔ بلّی کے خواب میں چھیچھڑے ہی چھیچھڑے۔ دودھ پر گرد جم گئی تو آپ سمجھے بالائی ہے سے

نگلا تھا آج سانپ بنا کر افیم کا پینک میں دیکھتے ہیں کہ طاؤس بن گئے

اہلِ حال کا حال بعید از وہم و خیال ہے معرض بیان و قال میں کیا آئے اللہ والے اللہ کی یاد میں مست اس کے خیال میں خود فراموش۔ فنا فی اللہ کے ساتھ بقا باللہ کی دولت سے مالا مال۔ کوئی سالک۔ کوئی مجذوب ان کا خیال اوروں کا سا خیال نہیں ہے۔ یہ خودی کو مٹانے والے اور خود کو بنانے والے ہیں ان کی بگاڑ میں سنوار ہے۔ ان پر خاص رحمتِ کردگار ہے۔ یہ لوگ چشمِ بصیرت سے انوارِ قدرت کو دیکھنے والے ہیں۔ ان کو کوئی کیا دیکھ سکتا ہے۔

بلند خیال اور پاکیزہ خیال کے وہ لوگ ہیں جو خیالاتِ دارین سے بہرہ یاب ہوتے ہیں، حقوق الناس وحقوق اللہ کا خیال رکھتے ہیں ان کے سینے محاسن ومکارمِ اخلاق کے گنجینے ہیں ان کے قلوب خوبیوں کے بے بہا جواہرا ور انمول نگینے ہیں۔

عالمِ خیال کی حد نہیں اور اس کے سیاح بھی بے شمار ہیں۔ زیادہ تو خیر اسی اجمال کی تفصیل کی جائے تو دفتر کا دفتر ہو جائے۔ میں اتنے ہی پر بس کرتا ہوں

گلزارِ خیال

دنیا میں مالدار، مفلس، دکھی، سکھی، ہر قسم کے آدمی ہیں سب کو ایک ہی رستے گزرنا ہے یعنی ہر ذی حیات کو ایک دن مرنا ہے۔ مگر موت کا خیال ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اس باغ کی نیرنگیوں کو غور سے دیکھے تو بہار و خزاں کا سماں یکے بعد دیگرے اس کے پیش نظر ہو جائیگا وہ دیکھے گا کہ آج جو پھول کھلے ہیں وہ کل افسردہ ہونے والے ہیں۔ گلچیں موت کا فرشتہ ہے جو سیر کے لئے ہر روز آتا ہے اور پھول توڑ توڑ کر لے جاتا ہے۔

مالی آیا باگ میں کلیں کرے پکار — کھلی کھلی سب ہیں لئیں کال ہماری بار

انسان خدا پر بھروسا نہیں کرتا جو خالق ورزّاق حقیقی ہے ایک قطرے سے ایک انسانی صورت بنائی۔ شکمِ مادر کی اندھیری میں نو مہینے تک نگہداشت کی پھر دنیا کی سرا میں وہ آکر اُترا تو بے زبانی اور بے شعوری کے عالم میں اُس کی مہمانداری کی۔ وہ ہاتھی کیا چیونٹی کو۔ باز و عقاب کیا مکھی کو۔ بھیڑئے اور شیر کیا

بھیڑ۔ بکری کو غرض اد نے اعلےٰ جانوروں کو رزق دیتا ہے تو کیا انسان کو بھول جائیگا۔ انسان کو خدا نے عقل دی ہے وہ عقل رکھکر یہ نہیں سمجھتا کہ جو حکیمِ مطلق ایک بیج سے ایک تنا ور درخت کھڑا کر دیتا ہے وہ کیا نہیں کر سکتا۔ مگر نہیں جب عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو وہ خدا کو بھول کر اپنے ہمجنسوں کا سہارا ڈھونڈھتا ہے اور تکلیف اٹھاتا ہے۔

تلسی بروا باگ کے سینچت ہی کمھلائیں رام بھروسے جو رہیں پربت پہ ہریائیں

اکثر لوگ اہلِ ثروت و حکومت کی اطاعت و خدمت میں سرگرم رہتے ہیں مگر عبادت حق سے غافل رہتے ہیں۔ اہل حکومت کے تقرب کی آرزو کرتے ہیں اور قربِ الٰہی کی کوئی فکر نہیں کرتے جس سے مشکلوں کا سامنا ہوتا رہتا ہے اگر وہ راہِ حق پر چلیں تو ناحق کی مصیبتوں سے نجات پائیں۔

چاکی چاکی سب کہیں ٹانی کہے نہ کوے مانی سے جو لاگ رہا بال نہ بیکا ہوے

جو شخص یہ سمجھے کہ آدمی دنیا میں مرنے کے لئے پیدا ہوا ہے وہ اپنے فرائض کو خوبی سے انجام دیگا دو جہاں کی سرخروئی حاصل کریگا۔ دنیا کی حالت کو دیکھکر کسی کو ستائیگا نہیں کسی کا دل دُکھائے گا نہیں۔ تواضع سے جئے گا اور نیکنامی سے مریگا اس میں کوئی شک نہیں کہ غرور کی بیل منڈھے نہیں چڑھتی۔

بکری جو میں میں کرے گلے چھری پھر وائے میناجو میں نا کہے سب کے من کو بھائے

حیف ہے کہ لوگ دنیا میں دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور اپنے حق میں دوسروں سے رحم و کرم کی امید رکھتے ہیں ان کے ہاتھ جب دولت یا حکومت آجاتی ہے تو اس دولت و حکومت کو اور اپنے وجود کو غیر فانی سمجھ لیتے ہیں مفلسوں اور

محتاجوں کو کیڑوں کیطرح سمجھتے اور مظلوموں کو چیونٹیوں سے حقیر جانتے ہیں اور اپنی غرض اپنی خوشی کے لیے اُن کو پائمال کرنے میں تامل نہیں کرتے اور اس کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

تلسی آہ گریب کی ہر سے سہی نہ جائے　　　موئے چام کی پھونک سے لوہ بھسم ہو جائے

اکثر لوگ صاف ستھرا قیمتی لباس پہنتے ہیں ظاہر آرائی کا شوق رکھتے ہیں مگر باطن کے سنوارنے کی فکر ہی نہیں کرتے۔ اُن کا لباس اُجلا اور اُن کا بدن گورا چٹا ہوتا ہے مگر دل بالکل کالا۔ محض اُن کا ظاہر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔

تن اجرا من کالا بگلے کا سا بھیگ　　　تو سے تو کاگا بھلا باہر بھیتر ایک

اے دنیا میں رہنے والو! آسمان و زمین کے درمیان تمہاری ہستی ایسی ہے جس طرح چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں ایک مٹھی اناج۔ گردش ایام ضرور پیس ڈالیگی اور ایک دن تم ضرور فنا ہو جاؤ گے۔

چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے　　　دو پاٹن بیچ آئے کے ثابت گیا نہ کوئے

اے غفلت شعار بندو! دنیا میں تم کو تھوڑے دن رہنا ہے۔ آخرت تمہارے ہمیشہ رہنے کا مقام ہے تم دنیا ہی کے دھندوں میں لگے ہوئے ہو اور آخرت کی تم کو مطلق خبر نہیں ہے۔ خدا نے تم کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے مگر تم عبادت نہیں کرتے اُس کی عبادت کئے جاؤ دارین میں اچھے رہو گے۔

تلسی اپنے رام کو ریجھ بھجو کے کھیجھ　　　بھوم پڑے سب اُگیں گے الٹے سیدھے بیج

عبادت کرتے کرتے دل روشن ہو جاتا ہے اور عبادت میں مزہ ملنے لگتا ہے جب یکسوئی ہو جاتی ہے تو دنیا کے جھگڑوں سے نجات مل جاتی ہے۔

آنکھ ناک مکھ مونڈ کے نام نرنجن لے ۔ بھیتر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

پھر تو عبادت میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی اسی کی لو لگی ہوتی ہے اور وہی سب سے پیارا معلوم ہوتا ہے۔ ماسوا اللہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

آ پیارے نینن میں پلک ڈھانپ توے لوں ۔ نا میں دیکھوں اور کو نا توے دیکھن دوں

عزیزو! دل سے کدورت کو نکال ڈالو محبت کو جگہ دو۔ محبت عجیب چیز ہے کسی انسان سے محبت ہو جائے تو تم اس کی اطاعت کر دگے۔ خدا سے محبت ہو جائے تو اس کی طاعت و عبادت کرو گے طاعت و اطاعت سے خدا بھی راضی اور مخلوق بھی خوش۔ اب پھر اور کیا چاہئے ساری نعمتیں خدمت کے تحت میں ہیں خدمت سے عظمت۔ خدمت کرتے کرتے خادم کو مخدوم سے اور مخدوم کو خادم سے محبت ہو جاتی ہے اس محبت کا کرشمہ دیکھو۔ مولانا روم فرماتے ہیں "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" ایک صاحب ہمت دلیر شخص ہر شخص سے زور آزمائی پر آمادہ ہو جاتا ہے مگر محبت سے عاجز آجاتا ہے۔

ہاتھ چھڑائے جات ہو نبل جان کے موئے ۔ ہردے بیچ سے جاؤ گے تو مرد بدونگی توئے

خوشی اور غم

ایک دن میں گلزار خیال کی سیر میں مصروف تھا کہ دور سے ایک نہایت خوبرو شکل نظر آئی نزدیک جا کر نام پوچھا کہا مجھے خوشی کہتے ہیں۔ میں نے کہا زہے قسمت کہ آپ سے ملاقات ہوئی میں آپ کی بڑی تعریف سنا کرتا تھا اور

واقعی میں آپ مستحقِ تعریف ہیں بھی۔ سبحان اللہ کیا دلکش چہرہ ہے کیسی پسندیدہ ادائیں ہیں۔ میرے دل کو تو آپ نے موہ لیا۔ مگر آپ تنہا ہیں۔ کہا ہاں اس وقت تنہا ہی ہوں اگرچہ دنیا میں جتنے اقبال مند ہیں، سب میرے خواہاں مگر میں ہمیشہ کے لئے کسی کے پاس نہیں رہتی اور نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ میرا ایک دشمن ہے جس کے پاس میں چلی جاتی ہوں وہ میری ہمنشینی سے سیر نہیں ہونے پاتا کہ میرا دشمن وہاں آموجود ہوتا ہے میں اسکی مُہیب صورت کو دیکھتے ہی وہاں سے نکل کھڑی ہوتی ہوں میں نے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟ کہا غم یہ نام سنتے ہی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ خوشی نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ ہونے تک تو آپ پریشان نہ ہوجئے۔ یہ میرا ہی باغ ہے۔ چلئے سیر کریں میں اس کے ساتھ ہو گیا کچھ دور جانے کے بعد ایک خوشنما محل نظر آیا۔ خوشی نے مجھ سے کہا دیکھئے یہ میرا محل ہے اس کا نام شادی محل ہے تھوڑی دیر یہاں دم لےلیں اور لطف اٹھائیں میں نے کہا میں کوئی نشہ نہیں کرتا تو کہا میرے ہاں شربت محبت بھی ہے ہم محل میں پہنچے اور کرسیوں پر جاکر بیٹھ گئے۔ محل ہر طرح کے سامانِ عیش سے آراستہ تھا خوشی مجھے دلکش فسانے اور دلچسپ قصے دیر تک سناتی رہی وہ ایسی شیریں مقال تھی کہ میں مزے سے سنتا رہا۔ بڑا لطف آیا۔ اس کے بعد خوشی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا میرے ساتھ آئے۔ ہم دونوں ایک ہال میں پہنچے وہاں کئی صندوق رکھے تھے ایک صندوق کے پاس جاکر خوشی نے کہا اس میں اشرفیاں بھری ہوئی ہیں۔ یہ میں تم کو عنایت کرتی ہوں پھر صندوق کھول کر دکھایا میں بہت خوش ہوگیا اور پوچھا کیا ان سب صندوقوں میں اشرفیاں ہی ہیں؟ کہا نہیں

بعض میں روپے ہیں اور بعض میں جواہرات۔ اب چلو دوسرے ہال میں چلیں ہاں
کئی لوگ مُتبذل حالت میں پائے گئے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا آج سے
تم ان کو اپنے خدمتگزار سمجھو اور ان پر حکومت کرتے رہو میں خوش ہوگیا کہ
دولت بھی ملی اور حکومت بھی۔ اب کیا ہے دولت سے راحت کے حکومت سے
عزت کے مزے اڑائینگے۔ اس کے بعد خوشی مجھے پھر شادی محل میں لے آئی
اور کرسی پر بیٹھکر آواز دی مسرور مسرور اسی وقت ایک مہ جمال لڑکا سامنے
آکر ادب سے کھڑا ہوگیا خوشی نے کہا دو گلاس شربت کے لاؤ۔ اس نے تعمیل
حکم کی۔ میں شربت پینے لگا۔ ایسا خوش گوار اور خوش ذائقہ تھا کہ ایک ایک
گھونٹ مزے لے لے کر پیا کیا اور پینے کے بعد ہونٹ چاٹتا رہ گیا پھر مجھے نشہ
چڑھنے لگا میں نے پوچھا کہیں یہ شراب تو نہیں تھی۔ خوشی نے کہا نہیں شربت
بہجت تھا۔ اس سے سرور ہوا کرتا ہے تھوڑی ہی دیر میں مجھے نشہ بہجت لے اڑا
میں مست اور سرشار ہوگیا۔ بس خوشی میرے لئے تھی اور میں خوشی کے لئے
خوب دل کھولکر آسودگی کے مزے لینے لگا۔ چند روز اس طرح گزر گئے ایک سویرے
میں اپنے بستر پر خوابِ راحت سے اٹھکر بیٹھا تھا اور خوشی پاس ہی کی مسہری پر
خوابِ ناز سے بیدار ہوکر بیٹھی تھی کہ ایک خادم نے آکر کہا۔ رات کو چوری ہوئی آپکا
صندوق غائب ہے اس کے بعد ہی میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ڈراؤنی صورت کا
سیاہ رنگ آدمی میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا میں نے خوفزدہ ہوکر پوچھا تو کون بلا ہے اور
یہاں کس لئے آیا ہے۔ کہا میں غم ہوں۔ خوشی کی تلاش میں سرگرم تھا آج پتہ لگا کہ
وہ آپ کے ہاں ہے تو چلا آیا یہ سنتے ہی میں نے مسہری کی طرف نظر کی تو خوشی

غائب تھی۔ ملازموں کو آواز دی مگر صدائے برنخاست تھا۔

غم نے کہا عیش کیوں چلّاتے ہو۔ مصیبت میں کوئی ساتھ نہیں دیتا اب مجھ ہی کو اپنا رفیق سمجھو۔ تم خوشی کے گرویدہ ہو گئے تھے مگر وہ تو بے وفا ہے ہر شخص کا ساتھ مدتوں میں ہی دیتا ہوں۔

میں نے دیکھا کہ تنگ آمد و سخت آمد مخلصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی آخر اور پریشان ہو کر خدا کو یاد کرنے لگا اور خدا کا شکر ہے کہ اُس کے ذکر سے تسلّی ہو گئی۔

جس جگہ ہے خوشی وہاں غم ہے　　　رنج و شادی ذہین توام ہے

کرشمۂ محبت

کوئی مشکل نہیں رہنے کی مشکل　　　محبت ہی اگر مشکل کشا ہے

اے دل تیری ہمت کا کیا کہنا ؎

جو بار آسمان و زمیں سے نہ اُٹھ سکا　　　تو نے اٹھا لیا دلِ ناداں غضب کیا

اے انسان! تیری جرارت کا کیا پوچھنا۔ تو ضعیف بنیاں اور تیرا یہ بیان کر

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے　　　میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

تیری یہ ہمت و جرارت ہے یا خدا کی قدرت و حکمت تو خاک کا پتلا ہے مگر آب و آتش، خاک و باد سب تیرے خدمت گزار۔ تیری یہ شرافت۔ تیری یہ رفعت اللہ اکبر کچھ عجیب کرشمۂ قدرتِ الٰہی ہے خدا نے جو چاہا کیا اور جو چاہے کر سکتا ہے جب چاہے ذرہ کو آفتاب، قطرہ کو دریا، رائی کو پربت بنا دے مشتِ خاک انسان کو فلک پر پہنچا دے۔ صورت انسانی کو سیرت رحمانی کا جامہ پہنا دے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ایک چھوٹے سے بیج سے ایک تناور درخت اگا کر کھڑا کر دیا زمین کا ایک وسیع فرش بچھا دیا اور اس کے تین حصوں پر سمندر بہا دیا۔ خیمۂ فلک بے بہا چوب و طناب استادہ کر دیا۔ انسان ضعیف کو ساری مخلوق پر فضیلت دی یہ اُس کی کیسی حکمت و قدرت اور اس کی انسان پر کتنی بڑی مہر و عنایت ہے اگر انسان غور کرے تو فاجبت ان اعرف کا راز اُس کی سمجھ میں آ جائے اور حب ازلی سے متاثر ہو کر محبوب حقیقی کی یاد سے غافل نہ رہے۔

افسوس ہے کہ بعض آدمی حقیقی جذبات سے بھی متاثر نہیں ہوتے اور بعض صاحب دل ایسے ہیں کہ صورت مجاز بھی اُن کے سامنے لباس حقیقت میں ظاہر ہوتی ہے وہ ہر رنگ میں ایک ہی رنگ کو دیکھتے ہیں اور غم میں بھی مسرت کا لطف اٹھاتے ہیں کسی صوفی کا کتنا پر معنی مقولہ ہے کہ "ایک صورت دوسری صورت کی حفاظت کر رہی ہے" غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ قیام دنیا و نظام عالم اسی حفاظت پر منحصر ہے ۔

کیا تمہیں اے اولی الابصار نظر آتا ہے یاں تو اغیار میں بھی یار نظر آتا ہے

محبت ہی کی نظر ہے کہ محاسن ہی کو دیکھتی ہے ورنہ عداوت کی نظر سے ہر جگہ عیب دکھائی دیتا ہے جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اُس کی ہر ایک بات مصری کی ڈلی معلوم ہوتی ہے۔ اگر زندگی کا لطف پوچھئے تو محبت ہی سے ہے بشرطیکہ پاک محبت ہو فاسد خیالات اور ناپاک جذبات سے بری ہو اس لئے کہ خواہش نفسانی روح کو تکلیف دیتی ہے اور اکثر لوگ اسکی پروا نہیں کرتے افسوس ہے کہ انسان ساری مخلوق کا مخدوم بنکر پھر نفس کا بندہ بن جائے نفس کی خواہش پوری کرنے کیلئے دوسروں کو دھوکا دے اور رنج پہونچائے شیوۂ انسانیت کا اقتضا

محاسن میں کمال پیدا کرنا ہے پس چاہئے کہ محبت خیر میں کمال پیدا کرے: ناقص محبت
نفع یا لذت کی غرض پر مبنی ہوتی ہے جہاں غرض پوری ہوئی کہ محبت کو زوال آ گیا
جب دو شخصوں میں محبت ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے کا شریک رنج و راحت
ہو جاتا ہے ایک دوسرے کو نفع پہنچاتا ہے ایک دوسرے کی دلجوئی و دلداری کرتا ہے
اپنی غرض کے لئے دوسرے کو محبت جتانا اور اس کو دھوکا دینا ہے اور نتیجہ محبت عداوت
یہ کوئی عقلمندی ہے؟ ہرگز نہیں۔ غرض پوری ہونے کے بعد نیت کے فساد کو ظاہر کر دیتی ہے
اگر کسی کار خیر میں کسی کی مدد کرو تو یہ احسان بھی محبت کا باعث ہوتا ہے البتہ
عوض کی توقع پر احسان کرنا احسان فروشی ہے پھر لطف یہ ہے کہ قیمت موہوم۔
بعض لوگوں کا شعار اظہار احسان ہوتا ہے اور یہ امر بھی مذموم ہے جناب سالک نے
کیا خوب فرمایا ہے۔ رُباعی۔

احسان اگر کریں تو سو کر کے گواہ ۔۔۔ ابنائے زمانہ پہ جو کی خوب نگاہ
سالک نہیں ایسا کوئی لیکن اللہ ۔۔۔ ہم سے بھی چھپا کے جو ہمیں دیتا ہے

بعض لوگ احسان فراموش ہوتے ہیں رباعی

شاکی ہے جو احسان نہ ہر آن کرے ۔۔۔ شاکر نہیں کوئی اگر احسان کرے
احسان نہ تجھ پر کوئی انسان کرے ۔۔۔ اس طرح کا احسان اگر تو نے کیا

کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ "محبت سب سے رکھو مگر بے غرض" یہ مقولہ اپنی ذات پر بھروسا
کرنے کی تعلیم دیتا ہے جو شخص اپنی ذات پر بھروسہ کرتا ہے وہ کاہل اور بدکردار نہیں
ہوتا انسان کو اپنے سوا کسی پر اعتماد کرنا چاہئے تو وہ خدا کی ذات ہے جو اس پر بھروسہ
کرتا ہے وہ کبھی دھوکا نہیں کھاتا اور یاس و حرماں کی مصیبتیں نہیں اٹھاتا لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ دلوں میں اپنی جگہ کرے۔ ذوق مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے۔ سہ

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے　　انسان وہ کیا نہ جو دل دلبر میں گھر کرے

جب دلوں میں گھر ہو جائے گا تو پھر کسی چیز کی حاجت نہ ہوگی البتہ دلوں میں گھر کرنے کے لئے نیکیوں سے محبت کرنے کی ضرورت ہے جہاں نیکیوں سے محبت ہوگئی سمجھو دنیا جہاں سے محبت ہوگئی، مخلوق بھی خوش، خدا بھی راضی بزرگان دین کو جو ایک دنیا مانتی ہے اور وہ خدا کے دوست کہلاتے ہیں تو کس لئے؟ اپنے اعمال حسنہ سے عزیزو! اگر تم بھی نیکیوں پر عمل کرو تو کیا معنی کہ تم سے لوگ محبت نہ کریں محبت کے کام کرو محبت میں نام کرو۔ پھر دیکھو محبت کیا کیا کرشمے دکھاتی ہے

مفلسی

یہ وہ بلا ہے جس کی تاریکی میں ایک دوسرے کا ساتھ چھوٹ جاتا ہے ظاہر ہے کہ ظلمت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ افلاس نے دنیا میں عجیب عجیب کرشمے دکھائے ہیں شریف ور ذیل کی خوبیاں اور برائیاں اسی افلاس سے ظاہر ہوتی ہیں مشکل ہے کہ افلاس میں انسان جادۂ راستی پر ثابت قدم رہے ایک بڑی مصیبت افلاس کی یہ بھی ہے کہ مفلس کا کمال دولتمندوں کے مال سے دس بیس حصہ گھٹا ہی رہتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ سہ

ہنر ز فقر کند در لباس عیب ظہور　　کہ نان گندم درویش طعم جو دارد

بیشک مفلسی کی وجہ سے ہنر عیب کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے اور مفلس کی

نانِ گندم نانِ جوین کا مزہ دیتی ہے

اسی افلاس کے باعث بڑے بڑے شیر دل شہ زور روباہ کی طرح عاجز ہو جاتے ہیں نخوت پرست انکسار کی پرستش کرتے ہیں علم کا چراغ دھندلا پڑ جاتا ہے ہنر کی شمع جھلملاتی رہتی ہے غرض مفلس کا کوئی کام نمایاں نہیں ہوتا اور اس کی کوشش کارگر نہیں ہوتی اگر مفلس بے علم و ہنر ہو تو وہ ایسی ناگفتہ بہ حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ خدا کی پناہ

ایک اور مصیبت افلاس کی یہ بھی ہے کہ مفلس آدمی جی لگا کر کوئی کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے افلاس اور بڑھتا جاتا ہے۔ افلاس میں بڑی ضرورت صبر و تحمل اور کوشش و استقلال کی ہے اس کے بعد جو کام ہوگا وہ مصیبت کو دور کر سکیگا اہل اللہ کے صبر و قناعت کا کیا کہنا وہ افلاس سے کبھی پریشان نہیں ہوتے اور زر و مال کی ہوس نہیں کرتے۔ متمول میں یاد خدا اور بدی سے بچکر نیکی کی طرف توجہ کرنی سخت مشکل ہے

انسان کی قدر علم و ہنر سے ہوتی ہے لیکن مفلس کا علم و ہنر تو انگروں کے پاس قابل قدر نہیں ہوتا حضرت سعدیؒ اپنے مدتوں کے تجربہ کی بات بتاتے ہیں "کہ قدر مرد بعلم است و قدر علم بمال" حضرت شعلہ مرحوم نے بھی اس مضمون کو کیا خوب فرمایا ہے

قدر انساں علم سے اور علم کی دولت سے قدر   رہ گئی دل ہی میں شعلہ قدرداں کی آرزو

اہل علم جانتے ہیں کہ زر سے معاشرت کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اس لئے وہ بقدر ضرورت حصول زر کے لئے سعی کرتے ہیں مگر زردار علم کے فضائل و فوائد سے واقف نہیں ہوتے اس لئے وہ علم کی قدر نہیں کرتے۔

اکثر اہل علم و ہنر شریف لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جو افلاس کی مصیبتیں اٹھاتے رہے لیکن منعموں سے سوال کی ذلت گوارا نہ کی اور اپنی ساری زندگی افلاس ہی میں

بسر کردی۔ اہل اللہ نے درگاہ جناب باری میں دست دعا کے سوا کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کیا، سلاطین و امرائے عظام نے معاش و وظائف مقرر کر دیئے مگر وہ خدا کے خاص بندے فقر ہی پر فخر کرتے رہے اور رقم وظائف مساکین و غربا کے لئے وقف کر دی اگلے لوگوں کے حالات تاریخ میں دیکھو گے تو حیران ہو جاؤ گے کہ ان کا صبر اور ان کی قناعت کس پایہ کی تھی افلاس کی حالت میں عبادت علم کی تحصیل میں ریاضت کرتے رہے اور مخلوق خدا کو دینی و دنیوی فائدہ پہونچاتے رہے کہیں سے رقم ملی تو محتاجوں کو تقسیم کر دی آپ نفع نہیں اٹھایا یہ لوگ تو مفلس رہ کر دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے افسوس ہے کہ اس زمانہ کے دولت مند ہو کر محتاجوں کی مدد نہیں کرتے "ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"۔

دنیا میں خوشحالی سے بسر کرنے کی آرزو کرنے والے، افلاس کو دور کرنے کی فکر کرنیوالے اگر اہل علم و ذی ہنر ہوں تو ان کی آرزو بر آتی اور ان کی کوشش ان کو خوشحال بنا سکتی ہے ان کی حرکت میں برکت ہوتی ہے گو ان [illegible] کمائی بقدر نہ ہو۔ مگر کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتی ہے۔ بڑی مصیبت تو بے علموں اور بے ہنروں کیلئے ہے خصوصاً کمینوں اور رذیلوں کے حق میں تو افلاس سم قاتل ہے ان سے ایسی ایسی ناشائستہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ عمر بھر کے لئے وہ ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں جب بری عادتیں ان کی طبیعت میں جڑ پکڑ لیتی ہیں تو وہ ہمیشہ کے لئے مصیبتیں اٹھاتے رہتے ہیں۔

عزیزو! تحصیل علم و ہنر میں کبھی غفلت نہ کرو۔ کاہلی سے کسی علم و ہنر کو ناقص نہ رہنے دو کوئی پیشہ کرو تو اس میں [illegible] پیدا کرنے کے لئے جد و جہد کرتے رہو

کمال و ہنر جس قدر زیادہ ہوگا اتنی ہی قدر و منزلت ہوگی راحت زیادہ نہ ہو تو تکلیف بھی زیادہ نہ ہوگی زمانہ کی حالت کبھی یکساں نہیں رہتی دنیا کے انقلاب نے بے ہنر توانگر کو مفلس اور مفلس ہنرمند کو توانگر بنا دیا ہے ہر حالت میں علم و ہنر حاصل کرنے غفلت نہ کرو اس لئے کہ زمانہ کی گردش بے ہنروں اور نامعقول کو بڑی تکلیف دیتی ہے تم شاذ و نادر کا کبھی خیال نہ کرو النادر کالمعدوم۔ علم و ہنر کے حاصل کرنے کے لئے مال و زر کی اتنی ضرورت نہیں جتنی مال و زر کے پیدا کرنے کے لیے علم و ہنر کی ضرورت ہے لوگ مال و دولت کی تو خواہش کرتے ہیں مگر جس سے مال و زر حاصل ہوتا ہے یعنی علم اسی سے غافل رہتے ہیں اور یہی غفلت اُن کو خوار رکھتی ہے مفلس ہوں یا توانگر زمانہ کے انقلاب کا خیال دونوں کو ہونا چاہیے مفلس کسب ہنر سے غفلت کرے گا تو اور بھی مفلس ہو جائیگا اور توانگر بے ہنر رہیگا تو اسکی توانگری معرض زوال میں ہوگی جب اپنی طرح اپنی اولاد کو بھی بے ہنر رکھے گا تو ایسی دولت ضرور ضائع ہو جائیگی غنی ہو یا محتاج نہ صرف اپنا ذمہ دار ہے بلکہ اپنی اولاد کا بھی ذمہ دار ہے کیا کوئی شخص یہ بات پسند کریگا کہ وہ مفلس ہے تو اسکی اولاد بھی مفلس رہے یا وہ توانگر ہو تو اس کی اولاد مفلس ہو جائے ہرگز نہیں ماں باپ اپنے سے زیادہ اپنی اولاد کی خوشحالی کی تمنا کرتے ہیں جب یہ بات ہے تو کبھی ماں باپ کو اولاد کی تعلیم و تربیت سے غافل رہنا اور لاڈ پیار سے اُنکو نکما بنانا نہ چاہئے لڑکوں کو بھی شعور آنے کے بعد اپنی بہتری کا خود خیال رکھنا، پڑھنا لکھنا ہنر حاصل کرنا، ماں باپ کو خوش رکھنا لازم ہے، افلاس کی حالت میں ماں باپ کو تنگ کرنا اور خوشحالی کے زمانہ میں اسراف سے کام لینا سعادتمندی سے بعید ہے بعض لوگ تعلیم نہ پا کر خود بخود ذلیل ہوتے ہیں اور مفلس رہتے ہیں اور

اپنی اولاد کو بھی تعلیم نہ دلا کر اپنی طرح ذلیل ومفلس رکھنا چاہتے ہیں یہ نہایت
بدطینت ماں باپ اور ان کی اولاد بڑی بدبخت اولاد ہوتی ہے ورنہ دنیا میں
لوگ ایسے بھی ہیں جو آپ تکلیف اٹھاتے ہیں اور اولاد کو راحت وآرام میں رکھتے
ہیں، ان کی تربیت کرتے ہیں، ان کو تعلیم دلاتے ہیں ان کے تعلیمی اخراجات
کا بار اٹھاتے ہیں اس پر اگر لڑکے سعادتمند ہوں تو تحصیل علم وہنر سے ماں باپ
کا نام بھی روشن کرتے ہیں اور آپ بھی عزت پیدا کرتے ہیں اور اگر ناخلف
وناراشید ہوں تو ماں باپ کے نام کو بھی بٹا لگاتے ہیں اور اپنے کو بھی ذلیل کرتے ہیں

عزیزو! افلاس ہے تو نہیں رہیگا بشرطیکہ تم علم کی دولت کو حاصل
کر لو دولت ہے تو دولت میں ترقی ہوگی جب اوس میں علم کی دولت بھی
شامل ہو جائے گی یقین مانو افلاس کمال وہنر کے بغیر کبھی دور نہ ہوگا

عزیزو! افلاس کا سبب اکثر اسراف ہوا کرتا ہے اگر ناعاقبت اندیش
لوگوں کی طرح غیر ضروری خواہشیں پوری کرنے کے لئے آمد سے زیادہ خرچ
کروگے اور قرض لوگے تو مفلس ہی رہوگے جتنی آمد اتنا خرچ ہو تو بھی آئندہ
افلاس اور محتاجی کی صورت دیکھنی پڑتی ہے، آمد تھوڑی ہو یا بہت، جو شخص
کچھ نہ کچھ جمع کرتا ہے وہ محتاج کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا کیا وہ غریب
جس کی ماہانہ آمدنی قلیل ہو اور وہ اس میں سے بھی ہر مہینے میں کچھ نہ کچھ
بچا رکھتا ہو اور کسی سے کچھ نہ مانگتا ہو، کسی سے قرض نہ لیتا ہو، محتاج ہوسکتا
ہے؟ ہرگز نہیں کیا وہ توانگر جس کی آمدنی بہت ہو اور المضاعف خرچ رکھے
اور ہر مہینے قرض سے اس کا کام چلتا ہو، توانگر کہلانے کا استحقاق رکھتا ہے؟

ہرگز نہیں۔ حقیقت میں تو انگوہی ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو۔
کوئی شخص کیوں نہو، اسراف سے اور روپیہ کو ٹھیک مصرف پر صرف نہ کرے یہ مفلس و محتاج ہی ہوگا۔ خواہ اس کی آمدنی کتنی ہی کیوں نہ ہو ؎

براحوال آنکس بباید گریست　　　　که آمد بود نوزده خرج بیست

انسانیت

اے انسان! اپنے کو پہچان۔ جب خود کو پہچان لیگا تو خدا کو پہچان لیگا۔
اے انسان! وہ علوم سیکھ جو تجھے دین و دنیا کا نفع پہنچائیں۔
اے انسان! دنیا کے کام دو قسم کے ہوتے ہیں نیک یا بد تو انسان ہے۔ تو اشرف المخلوقات ہے۔ تجھے دعوے ہے کہ ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید　　　　قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

اب تو خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ کونسا کام تیری شان کے شایاں ہے برے کام کو چھپا کر اور اچھے کام کو ظاہر کر کے یہ خیال نہ کر کہ تیرا برا ہی کام چھپا ہی رہیگا کیا تو نے دیکھا یا سنا نہیں کہ بدکردار لوگ آخر رسوا ہو جاتے ہیں۔ ذلت و زحمت اٹھاتے ہیں اپنے اعمال کی سزا پاتے ہیں برا آدمی نہ صرف اپنے لئے برا ہے بلکہ اپنی اولاد و اپنے اقارب، اپنے احباب، اور اپنی قوم سب کے لئے برا ہے خدا نے تجھے عقل دی ہے تو اس لئے کہ اچھے برے کام میں تمیز کر کے اچھے کام کو اختیار کرے اور برے کام سے احتراز کرے مگر یہ کیسی نکبت ہے کہ برا کام کر کے تو نہ صرف آپ بدنام ہوتا ہے بلکہ انسانیت کو بدنام کرتا ہے۔

اے انسان! تیرے ہر کام کا اثر تیری زندگی ہی تک نہیں بلکہ مدتوں باقی رہے گا۔ اور اس اثر سے تیرے بعد کے لوگ متاثر ہوتے رہیں گے۔ تو اگلے بزرگوں کے کارناموں کو دیکھ جن کے نام قرنوں کے بعد بھی آسمان شہرت پر مہر و ماہ کی طرح چمک رہے ہیں اور دعوے کر رہے ہیں کہ "ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"

اے انسان! دنیوی زندگی ختم کرنے کے بعد تجھ کو عالم اخروی میں رہنا پڑیگا غور کر کہ دنیا میں رہنے تک تجھے کیا کیا کام کرنے پڑتے ہیں۔ جب دنیا کی چند روزہ زندگی کے لئے تو اس قدر سامان عیش فراہم کرتا ہے تو آخرت کے لئے جہاں تجھے ہمیشہ رہنا ہے، تو نے کیا سامان راحت مہیا کر لیا ہے۔

اے انسان! تو خاک کا پتلا ہے۔ مگر زرد گوہر سے بھی بڑھکر تیری قدر و قیمت ہے۔ یہ کیوں؟ محض تیری عقل و فراست اور سعادت و شرافت سے۔ اب یہ تیرے ہاتھ کی بات ہے کہ تو اپنے کو گوہر بنائے یا کنکر پتھر۔ اپنے کو بدی سے پتھر ثابت کرے۔ یا نیکی سے ہیرا۔

اے انسان! تو اُن اصحاب کی ہمنشینی اختیار کر جو علم و فضل میں تجھ سے افضل ہوں۔ اہل اللہ کا فیض صحبت ذرہ کو خورشید بنا دیتا ہے۔ آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی کنکر لیکن ع آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا۔

اے انسان! اگر تو منعم ہے تو مفلس کو حقارت سے نہ دیکھ۔ حاکم ہے تو محکوم پر جبر و تعدی نہ کر۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ تجھ پر بھی کوئی غالب ہے۔ جیسے تیرے افعال ہوں گے ویسا ہی تجھ کو بدلہ بھی ضرور ملے گا۔

اے انسان! مال و دولت اور حکومت و ثروت سے تو فرعون کیوں بنگیا

کیا تونے نہیں سنا کہ فرعون کا کیا حال ہوا۔ تو دوسروں پر ظلم کرکے کس لیۓ خوش ہوتا اور فخر کرتا ہے؟ کیا تجھے ضحاک و نمرود کا انجام معلوم نہیں ہے؟

اۓ انسان! کیا تو نیکوں کو معزز اور بدوں کو ذلیل نہیں دیکھتا دیکھ کر بھی عقل کا اندھا بن جاۓ تو سوا اس کے کیا کہا جاۓ کہ تو بڑا ہی بدبخت ہے

قابل تعریف وہ انسان ہے جو انسان کو انسان سمجھے ہمدردی و ایثار کرے برائیوں کی روک تھام اور بھلائیوں کی قدر کرے۔ ایسا ہی شخص انسان ہے اور یہی شیوۂ انسانیت ہے ع ورنہ طاعت کے لیۓ کچھ کم نہ تھے کروبیاں۔

موت

ہر مذہب کی ہدایت ہے کہ نیکی کرو، نیکی دین و دنیا میں کام آۓ گی اور ہر شخص یقین کرتا ہے کہ موت سے کسی کو رستگاری نہیں۔ اس پر بھی لوگ ہیں کہ بدی کیۓ جاتے ہیں اور موت کے سر پر آجانے تک نیکی سے غافل رہتے ہیں۔

کون جان سکتا ہے کہ اُس کی موت کب آۓ گی بچے تو بے شعور ہوتے ہیں۔ رہے جوان اور بوڑھے جوانوں کو بوڑھے ہونے کی، تو بوڑھوں کو کچھ دنوں اور جینے کی آرزو ہوتی ہے۔ اگر عقل سلیم رہبری نہ کرے تو نہ جوان مرنے تک زاد آخرت مہیا کر سکتے ہیں نہ بوڑھے۔ جب موت آجاتی ہے تو کوئی طاقت اُس کو روک نہیں سکتی پھر نیکی کرنے کی مہلت کہاں۔ اس حسرت کے ساتھ دم ٹوٹتا ہے کہ افسوس ہم نے کچھ نہ کیا۔

گناہگاروں کے لئے موت بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مرنا تو مسلم ہے

گروہ سراسیمہ ہو کر جان دیتے ہیں۔ جو لوگ متقی ہوتے ہیں اُن کو مرنے کے وقت اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ وہ داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہیں اور راضی بہ رضا ہو کر اپنی جان جانِ آفریں کے حوالہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

گناہگار موت سے ہزار جان چرائیں، موت انہیں کب چھوڑتی ہے اور گناہگار دنکو کب اتنی مہلت دیتی ہے کہ وہ کچھ نیک کام کر لیں ؎

نیکی کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر　　زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ہم دنیا میں بچے کو، جوان کو، بوڑھے کو، امیر کو، صالح کو، بدکار کو، غرض سبھی کو صیاد اجل کا شکار دیکھتے ہیں۔ مگر عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ہم سے یہ نہیں ہوتا کہ ایک بدکار کی موت کو دیکھ ہم نیکوکار بن جائیں، بدی سے باز رہیں اعمال خیر کرنے لگیں۔ خدائے تعالیٰ نے ہمکو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور دنیا میں چند روزہ عمر دے کر اس لئے بھیجا ہے کہ ہم حق اللہ بھی ادا کریں اور حق العباد بھی۔ مگر ہم ہیں کہ نہ حق اللہ ادا کرتے ہیں نہ حق العباد۔ اور حق النفس ادا کرنے کا جو وتیرہ ہے وہ بھی نہایت تاریک وتیرہ۔ یعنی دوسروں کو تکلیف دیکر اپنے لئے سامان راحت مہیا کرنا چاہتے اور مہیا کرتے ہیں اس سے بجائے راحت، زحمت اُٹھاتے ہیں اور اسی طرح کی زندگی کے ہم خوگر ہو گئے ہیں۔ یہ ہماری نکبت نہیں تو اور کیا ہے کہ نہ دین کے ہوئے نہ دنیا کے۔

ہماری دنیوی حالت کبھی درست نہ ہوگی جب تک ہم خدا و رسول کے احکام پر نہ چلینگے۔ ہماری ظاہری حالت لوگوں کو مطمئن نظر آئے گی مگر ہمارا باطن خبث کی وجہ سے کبھی اطمینان حاصل نہ کرے گا۔ ہم کو فلاح دنیوی کے لئے صلاح

اخروی کی فکر کرنی چاہئے ہمارے دل کو اگر کوئی چیز تسلی دینے والی ہے تو وہ ذکر خدا ہے ہماری فلاح دارین کا اگر کوئی وسیلہ ہے تو صرف عمل خیر ہے اسی سے مرنے کے وقت ہم کو اطمینان نصیب ہو سکتا ہے۔

جب کسی آفت کا سامنا ہوتا ہے تو ہم خدا کو یاد کرنے لگتے ہیں اور جب کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو موت کے خوف سے ذکر خدا کیا کرتے ہیں جہاں آفت ٹلی اور مہلک بیماری سے نجات ملی کہ ہم دنیوی ناجائز مشاغل میں مشغول ہو گئے۔ کیا اس سے ہمارے پاس نیکیوں کا ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ انسان جتنے گناہ کرتا ہے اتنی نیکیاں کبھی نہیں کرتا۔ ہم رات دن گناہ کرتے جائیں اور کبھی کبھی نیکی کرلیں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ سے صرف ایک گناہ ہوا تھا۔ تو عمر بھر روتے رہے۔ اُن کی خطا معاف بھی ہوئی تو اُن کو انفعال ہی رہا۔ ہم ہمیشہ گناہ کئے جاتے ہیں مگر کبھی منفعل نہیں ہوتے۔ پھر ہمارا دل سیاہ ہو کر ہم کو گناہ کرنے پر دلیر کیوں نہ بنا دے یہی سیاہ دلی ہے کہ ہم گناہ کئے جاتے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں ہوتی کہ ہم نے کیا کیا۔ بس اسی غفلت میں موت آجاتی ہے اور ہم کو بڑی حسرت سے جان دینی پڑتی ہے۔

ہم گناہ کرتے وقت لوگوں سے تو شرماتے اور اُن سے چھپ کر گناہ کرتے ہیں مگر خدا سے نہیں شرماتے جس سے ہمارا کوئی گناہ کسی طرح نہیں چھپ سکتا ہے

اگر حجاب کنی از خدا فرشتہ شوی ‌‌ ‌ ‌ جہانکہ می کنی از مرد ماں حجاب اینجا

ہم لوگوں سے ڈرتے اور موت سے ڈرتے ہیں مگر خدا سے نہیں ڈرتے جو قہار وجبار بھی ہے اور گناہوں کے عوض نار دوزخ کا خوف دلاتا ہے ہم اپنی راحت

کے لئے لوگوں کی خدمت، لوگوں کی خوشامد کرتے ہیں مگر خدا کی عبادت نہیں کرتے
جو رحمٰن و رحیم بھی ہے اور نیکیوں کے بدلے نعیم جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔ لوگ ہماری
خطاؤں کے باعث ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں مگر خدا ہمارے گناہوں پر بھی ہم کو رزق
دیئے جاتا ہے اور ہم ہیں کہ اس کے رحم و کرم کا شکر نہیں کرتے۔ خدا نہ کرے کہ اس کی
نافرمانی کی حالت میں موت آجائے اور ہم کو آخرت میں بھی سیاہ رو بننا پڑے۔

ذکر خدا

عزیزو! برائی کا لطف ابتدا میں آتا ہے اور بھلائی کا انتہا میں چونکہ انسان
جلد باز ہے۔ اس لئے ایسے کام کی طرف راغب ہوتا ہے جس سے لذت بہ عجلت
ملے اور نتیجہ پر پشیمانی و پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ خدائے تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے
ہم کو اطمینان قلب کا نسخہ بتاتا ہے اور ہم ہیں کہ اس کے استعمال سے پرہیز کرتے
ہیں وہ فرماتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (سن رکھو۔ خدا کی یاد
سے دلوں کو تسلی ہوا ہی کرتی ہے) لیکن ہم تعمیل ارشاد میں تامل کرتے ہیں اس
لئے کہ ہم ذکر خدا کی لذت سے واقف نہیں ہیں۔ کوئی کام کیوں نہ ہو جب تک
اُس کی عادت نہ ہو اُس کی طرف رغبت ہوتی ہے نہ اُس میں لطف آتا ہے،
دیکھو جب کسی کو جوا کھیلنے یا کوئی نشہ کرنے کی عادت پڑتی ہے اور عادت کی وجہ
سے اُس کو لذت ملتی ہے تو وہ فعل بد کو ترک نہیں کرتا۔ خواہ عزیز و اقارب،
دوست احباب کتنی ہی ملامت و نفریں کیوں نہ کریں۔ خواہ مذہب کیسے ہی
عذاب الیم سے کیوں نہ ڈرائے، خواہ قانون دنیا اُس کو کیسی ہی سخت سزا کیوں نہ دے

غور کرو کہ برے افعال کی عادت سے بدکار کو اس قدر لذت ملتی ہے کہ وہ طرح
طرح کی ذلتیں اُٹھا کر ایذائیں سہکر بھی برائیوں سے باز نہیں آتا تو نیکیوں کی
عادت سے ہم کیا کچھ لطف نہ اُٹھائیں گے۔ پس ذکر خدا میں بھی نہایت لذت
ملتی ہے مگر ہم اس سے ناواقف اور غافل ہیں اور اس غافل کی مثال اس
اندھے کی ہے جس کے سامنے حسن وجمال کی تعریف کرو تو وہ کوئی لطف نہیں اُٹھا سکتا۔ چونکہ
ہمارا دل بھی جرائم ومعاصی سے زنگ آلود ہو گیا ہے اس لئے ہم کو اس آئینہ میں
محبوب حقیقی کا جمال نظر نہیں آتا۔ اور یہ زنگ دور ہوگا تو ذکر خدا ہی سے **عزیزو!**
افسوس ہے کہ تم نے ذکر خدا کا مزا چکھا ہی نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ ملائک مقرب
بارگاہ الٰہی میں تو کس وجہ سے۔ عارف ولی اللہ ہیں تو کس سبب سے؟ ذکر وشغل سے
پھر تم یاد خدا سے غافل کیوں ہو۔ اس غفلت سے باز آؤ اس کی لو لگاؤ دیکھو
کیسی لذت ملتی ہے۔ ایک دفعہ معرکۂ جنگ میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
پائے مبارک میں ایک تیر آلگا لوگوں نے اس کو نکالنا چاہا آپ کو تکلیف ہونے لگی تو
فرمایا ذرا ٹھیر جاؤ میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں اس وقت نکال لینا اس طرح
تیر نکالا گیا اور حضرت کو پھر کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

عزیزو! جب تم دنیا کے کسی بادشاہ یا حاکم کو اپنا سرپرست ومربی بنا لیتے
ہو تو اس کے نام کے اثر سے تمہارا کس قدر کام نکل آتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے
کہ بعض الفاظ میں جادو سے بڑھکر اثر ہوتا ہے۔ کیا خدا کے اسمائے حسنیٰ میں اثر نہیں
اثر ضرور ہے اور بہت بڑا اثر ہے۔ تم عبادت سے خدا کو اپنا طرفدار بنا تو لو پھر دیکھو
تمہاری زبان سے خدا کا نام نکل کر لوگوں کے قلوب پر کیسا اثر پیدا کرتا ہے۔

عزیزو! خدائے تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ فرماتا ہے
فاذکرونی اذکرکم۔ (یعنی تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا) ذاکر
بندوں کی کیسی خوش قسمتی ہے کہ وہ خدا کو یاد کرتے ہیں تو خدا بھی اُن
کو یاد کرتا ہے من کان للّٰہ فکان اللّٰہ لہٗ۔ جس کا رب اس کا سب
سارے جہاں کے بادشاہوں کا بادشاہ جس کا ہوجائے تو پھر اُسے کیا چاہیئے۔
عزیزو! خدائے تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اس کو ہمارے ذکر کی کچھ حاجت
نہیں اس کے ذکر و تسبیح میں بیشمار مخلوق اور بحساب ملائکہ مشغول ہیں وان
من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم۔
خدائے تعالیٰ نے ہمارے فائدہ کے لئے ہم کو اپنے ذکر کی ہدایت فرمائی ہے
اور وہ فائدہ کیا ہے؟ اطمینان قلب سے

طاعت بشر کرے تو اسکی ہے اس میں خیر سب ہیں نیاز مند خدا بے نیاز ہے

عزیزو! جب اس بے نیاز کے ذکر میں تمہارا ہی فائدہ ہے تو پھر اپنے
فائدہ کے کام میں کیوں تامل کرتے ہو؟ جب تمہارا پریشان دل ذکر خدا سے
مطمئن ہوجاتا ہے تو کیوں اس کو تسلی نہیں دیتے۔ اس کے ذکر کے باعث
گناہوں سے بچتے اور عزت حاصل کرسکتے ہو تو پھر ذلت کے افعال سے اجتناب
کیوں نہیں کرتے جب ایک ذکر خدا سے ساری دنیا کی نعمتوں کی لذت ملسکتی
ہے۔ تو نعمت دنیا کی ہوس کرکے کیوں پریشان ہوتے ہو۔ یہ کیسی
افسوس ناک بات ہے کہ۔

ع مُرغ تسبیح خوان و ما خاموش

حضرت غالب

حضرت غالب کی محض تعریف ہی تعریف کی جائے تو یہ کوئی بڑی بات نہ ہوگی نہ اردو کے ذخیرہ میں اس سے کوئی مفید اضافہ ہوگا۔ اور اگر مرحوم کے حالات زندگی و شاعری قلمبند کئے جائیں تو یہ امر بھی تحصیل حاصل ہے جب کہ تذکروں کے علاوہ ایک مبسوط و مکمل کتاب "یادگار غالب" موجود ہے اس لئے میں مرحوم کے کلام کے متعلق وہ باتیں لکھنی چاہتا ہوں جو عام طور پر معلوم نہیں ہیں اور موجودہ کتب بھی اُن کے اظہار سے ساکت ہیں۔

سب لوگ مرزا مرحوم کی شاعری کو ادق کہتے ہیں اور ادق سمجھے ہوئے ہیں اور بس مگر اُن کے خصائص شاعری کے نکات کی طرف لوگوں کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ دیوان غالب کو غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ مرزا کی جدت پسند طبیعت مبتذل الفاظ کے استعمال سے بھی ازبس نفور تھی جو الفاظ ایسے ہیں کہ ابتدائے شاعری سے آج تک دنیا بھر کے شعرا کے دواوین میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور نہ صرف الفاظ ہی کے ترک پر اکتفا کی بلکہ نئی نئی ترکیبیں بھی تراشیں اور ایسی بہتر تراشیں کہ اُن کے کلام میں معلوم ہوتا ہے نگینے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کی طبیعت برجستہ الفاظ کے ٹھیک مقامات کو پہچاننے میں بڑی قدرت رکھتی تھی جس کی وجہ سے اُن کے کلام کی معانی میں وہ بات پیدا ہوگئی کہ لوگ اُسے بے معنی کہنے اور سمجھنے لگے اور مرزا کی معنی آفرین طبیعت پر الزام دینے لگے حالانکہ یہ اُن لوگوں کی سمجھ کا قصور ہے۔

مرزا غالب مرحوم لکھنؤ میں جب آئے ہیں تو یہاں اس زمانہ میں شاعری کا یہ رنگ تھا کہ "آفتاب اونچا ہوا اتنا کہ تارا ہو گیا" "لیلیٰ پکارتی ہے مجنوں کے پیرہن میں" "ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا" کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

خضر کیا جانیں غریب اگلے زمانے والے | کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

چلا ہے او دل راحت طلب کیا شادماں ہو کر | زمین کوئے جاناں رنج دیگی آسماں ہو کر

ناسخ کہتے ہیں:۔

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا | طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریباں کا

اسپر اس کے جواب میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:۔

ازل سے سلسلہ ہے اس جنونِ فتنہ ساماں کا | شگافِ خامۂ کن چاک ہے اپنے گریباں کا

کہیں اس شعر کا چرچا ہے۔

نہ پوچھو اہلِ محشر ہم سے دیوانوں کی بیتابی | یہاں مجمع سنایاں بھی تلاش یار میں آئے

کوئی اس مطلع کو پڑھ کے مزہ لے رہا ہے۔

گھٹتا وقت ہے بہتا ہوا دریا ٹھہرا | صبح سے شام ہوئی دل نہ ہمارا ٹھہرا

کوئی اس مبالغہ و اغراق پر ناز کر رہا ہے۔

ناتوانی نے ہمیں رشک سلیماں کر دیا | جب ہوا آئی رواں اپنی سواری ہو گئی

کئی مطلع اور بھی مشہور تھے اور اسی زمانے کے نتائج افکار سے ہیں۔

تلوار کو اگر تو زیب کمر نہ کرتا | قاتل ادھر کی دنیا کوئی ادھر نہ کرتا

آئی نکہتِ گل میں اگر نشۂ شراب آیا | سلام جھک کے کروں گا جو پھر حجاب آیا

پیکرِ حسن سہ چاردہ کو بھول گیا | مراد پر جو تیرا عالم شباب آیا

کہیں کیا جو تربت یہ میلے رہے   کہ ہم تو لحد میں اکیلے رہے
ضعف بیمار جو اے رشک مسیحا دیکھی   آج کیا آپ نے جاتی ہوئی دنیا دیکھی

غرض مرزا نے جو غزل یہاں پڑھی سب لوگ اسے سنکر مبہوت ہو گئے ہونگے کہ یہ کیا روش ہے اور کیا طرز بیان ہے وہ غزل یہ ہے۔

یاں پہنچکر جو غش آتا پئے ہم ہے ہم کو   صدرۂ آہنگ زمیں بوس قدم ہے ہم کو

یعنی لکھنو میں آکر مجھے غش یہ غش اس لئے آتا ہے کہ ارادہ یہ ہے اپنے قدم چوم لوں۔

اردو میں بیہم کے سوا "پئے ہم" انہوں نے کبھی کاہے کو سنا۔ اسی طرح "صدرہ" باندھا بھلا یہ لوگ کیا جانیں۔

دل کو میں اور مجھے دل محو وفا رکھتا ہے   کسقدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو

اس شعر میں بھی "ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو" اردو میں تازہ ترکیب ہے جس سے اہل لکھنو کوسوں دور ہیں۔

ضعف سے نقش پئے مور ہے طوق گردن   ترے کوچے سے کہاں طاقت رم ہے ہم کو

نقش پئے مور کا طوق گردن ہونا انہوں نے کہاں سنا تھا ورنہ مبالغہ و اغراق تو یہاں شعر کا جزو اعظم تھا بلکہ ہر جگہ یہی عالم تھا۔

جانکر کیجئے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو   یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

نگاہِ غلط انداز کی ترکیب غالب کے سوا دوسرے کا کام نہیں۔

رشک ہم طرحی و دردِ اثر بانگِ حزیں   نالۂ مرغ سحر تیغ دودم ہے ہم کو

شعر میں پہلے مصرع کی بندش سے کسقدر فارسیت کا زور ٹپکتا ہے کہ سننے

والے موجیت ہو گئے ہوں گے۔

سر اڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا ۔۔۔۔ ہنسکے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے ہم کو

جہاں اتنے نازک مضامین باندھے تھے ایک صاف شعر کہکے زبان کا مزہ دکھا دیا۔

دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ ولیکن ناچار ۔۔۔۔ پاس بے رونقیٔ دیدہ اہم ہے ہم کو

بندش کا طرز غالب کی خصوصیات سے ہے "ولیکن کیا کریں ناچار ہیں" سب کہنا جانتے ہیں مگر فعل کو حذف کرکے "ولیکن ناچار" کہہ دینا عجب حسنِ ایجاز رکھتا ہے۔

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو ۔۔۔۔ ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو

اس طرح دونوں مصرعوں کی ترکیب کا متشابہ ہونا اردو میں غالب کا اختراع ہے۔

لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی ۔۔۔۔ ہوسِ سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہم کو

مقطع سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر ۔۔۔۔ عزمِ سیر نجف و طوفِ حرم ہے ہم کو

لئے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب ۔۔۔۔ جادۂ رہ کشش کافِ کرم ہے ہم کو

اُس زمانہ میں شبستان صفدر جنگ و برہان الملک کے آخری چراغ واجد علی شاہ شمع سحری کی طرح جھلملا رہے تھے۔ معلوم نہیں کہ غالب سے اور آخری بادشاہ لکھنؤ سے ملاقات بھی ہوئی یا محروم پھرے۔ مگر مرزا اپنے بعض مکاتبات میں خود لکھتے ہیں اور بد قسمتی کی شکایت کرتے ہیں کہ "میں نے والی اودھ کی مدح کی تو اس کا تخت و تاج برباد ہو گیا سلطنت جاتی رہی۔ والی حیدرآباد کے لئے مجھ سے نہ کہو کہ قصیدہ لکھوں کیونکہ میری شومیٔ طالع کا اثر اجازت نہیں دیتا کہ

دکن کی سلطنت کو بھی مدح کر کے ضرب پہنچاؤں۔

اس زمانہ کی شاعری میں معشوق کے جتنے نام تھے صنم۔ قمر۔ پریرو۔ مہرو، قمرو، اے جان۔ اے ماہ۔ اے گل۔ اے بت۔ جاناں۔ رشک مسیحا، غیرت گل، رشک پری، رہ کش حور وغیرہ غالب نے سب ترک کر دیئے۔ انہیں گوارا نہ ہوا کہ وہ الفاظ جو مبتذل ہو چکے ہیں۔ میرے قلم سے بھی نکلیں۔ اسی طرح ہر ایک معمولی و مبتذل ترکیب جو فارسی سے اردو میں شعرائے قدیم نے لے لی تھی انہوں نے ترک کر دی گویا شعر کی زبان ہی نئی بنا لی۔ ہر لفظ میں جدت اور ہر ترکیب میں ندرت پیدا کر دی۔ اس کے علاوہ معنی کی نزاکتیں۔ مرزا بیدل کے رنگ میں ڈوب کر فارسی ترکیبوں کے ساتھ دست و گریباں کر دیں کہ اردو میں کبھی کسی نے نہ سنی ہوں گی پھر زبان کے مزے کو بھی نہ چھوڑا جہاں صاف کہا ہے قلم توڑ دیا ہے

آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی — اب کسی بات پر نہیں آتی

نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو — یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی — امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل — جو تیری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

گدا سمجھکے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی — اُٹھا اور اُٹھکے قدم میں نے پاسباں کیلئے

ان کے نازک اشعار میں یہ مطلع مجھے نہیں بھولتا۔

بساطِ عجز میں تھا ایک دل اک قطرہ خوں وہ بھی — سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگوں وہ بھی

اور یہ شعر بھی نہایت نازک ہے۔

اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور — دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

گو مرزا کا کلام اُردو شعراء کے کلام سے الگ ہے اور اس کا رنگ اردو کے کسی شاعر کے کلام سے نہیں ملتا۔ مگر غور کیا جائے تو بعض شعرائے فارسی کے کلام کی بو مرزا کے کلام میں ضرور پائی جاتی ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ بیدل جلال اسیر ناصر علی و شوکت بخاری کی خیال بندی و معنی آفرینی کی طرح مرزا کے کلام نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے جو اردو میں ناپید تھی۔ اگرچہ اس قسم کی معنی آفرینی و خیال بندی میں مومن نے بھی حصہ لیا ہے مگر حضرت غالب کی طرز غالب ہے مرزا مرحوم کی طبیعت تصریح کی جگہ کنایہ استعمال کرنے اور خبر کو انشاء کی صورت میں ادا کرنے اور تشبیہ متحرک بہ متحرک کو کلام میں لانے کی طرف راغب تھی اس پر بندش اور طرز ادا کے کمال سے مرحوم کے کلام کو اردو شاعری کے دربار میں ممتاز جگہ مل گئی۔

حضرت غالب کا یہی ایک مختصر و منتخب دیوان نہیں ہے بلکہ فارسی میں نظم و نثر کا ضخیم کلام نیز اردو میں نثر اردوئے معلیٰ و عود ہندی ایسی کتابیں ہیں جو فارسی اردو کے خزائن میں گرانمایہ گوہر کہلانے کی مستحق ہیں اور ہر ایک کتاب اپنی جگہ لاجواب ہے۔ زبان اردو و فارسی کو حضرت غالب کے تصانیف سے مدد ملی اور مل رہی ہے۔ چونکہ غالب مرحوم کو زبان فارسی سے خاص دلچسپی تھی اس لئے انکا کلام فارسی اہل زبان کی طرح شیریں و دلکش ہے اور کیا نثر کیا نظم زبان کی خوبی کے ساتھ معانی و بیان کی خوبی سے بھی مزین ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ جیسا ادق کلام اُن کا اردو کا ہے ویسا فارسی کا نہیں نثر اردو تو اس قدر سہل و آسان ہے جس کو سہل ممتنع کہنا بجا ہے اور یہی

حال اردو دیوان کے بعض سلیس اشعار کا ہے کہ الفاظ تو عام فہم ہیں لیکن معانی کی خوبی جو اُن میں ہے وہ عام لوگ تو کیا خاص لوگ بھی نہیں پا سکتے چنانچہ یہ شعر۔

مت پوچھ کہ کیا حال ہے تیرا مرے پیچھے، تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

جن لوگوں نے حضرت غالب کا کلام نظم و نثر اردو فارسی بالاستیعاب دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ غالب مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان شعر کہنے پر قادر تھے نہ یہ کہ ان کے دیوان اردو کے اشعار کو دیکھکر ادق گو کہہ دینا سہل ہے اور کلام کو بے معنی کہنا قصورِ فہم۔

مُنہ نہ کھلنے پر وہ عالم ہے کہ دیکھا ہی نہیں زلف سے بڑھکر نقاب اس شوخ کے مُنہ پر کھلا

اس شعر میں کوئی لفظ ادق نہیں ہے مگر اس کا کیا علاج کہ معمولی فہم اسکے حسن بیان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ شعر ان کا کس قدر صاف ہے!

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے جسقدر ملے

ایک صاحب کسی بزرگ کی شرح میرے پاس لیکر آئے کہ دیکھئے عجیب معنی اس شعر کے حضرت شارح نے بیان کئے ہیں، یعنی اے ساقی ہم جو نشہ میں گر پڑے ہیں تو ہمارے مں گرنے کی شرم کرو۔

ساقی گری کی شرم کرو" کی جگہ شارح نے "ساقی گرے کی شرم کرو" سمجھا شرح میں یہ دیکھکر مجھے حیرت ہوئی کہ جب صاف شعروں کا مطلب یہ بزرگ نہیں سمجھ سکتے تو نازک اشعار کو کیا سمجھے ہوں گے۔

ان اشعار کی فصاحت و بلاغت اور جدّت قابلِ تعریف ہے ؎

مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آلودہ یاد آیا
کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر

لیتا۔ نہ اگر دل تمہیں دیتا۔ کوئی دم چین
کرتا۔ جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغاں اور

اک شرر دل میں ہے اس سے کوئی گھبرائیگا کیا
آگ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہیں

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا
کس سے کہوں کہ داغِ جگر کا نشان ہے

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ بھی ہو
آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی

نسیہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم
لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے

ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں
شوقِ عناں گسیختہ دریا کہیں جسے

حضرت غالب مبتذل مضامین کو باندھتے نہیں اور جب باندھتے ہیں تو اس طرح باندھتے ہیں۔

ولے واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے

وہ آیا بزم میں دیکھو نہ کہیو پھر کہ غافل تھے
شکیب و صبرِ اہلِ انجمن کی آزمائش ہے

دیکھئے مبتذل مضمون میں کتنی خوبی بڑھا دی ہے۔ سخن کی خوبی یہی ہے کہ موقع سے خبر کو انشاء اور حقیقت کو مجاز اور تصریح کو کنایہ کی صورت میں ادا کیا جائے مرزا مرحوم کے کلام میں کثرت سے ایسی خوبیاں ہیں۔

تشبیہات قابلِ غور ہیں۔

نہ لیوے گر خسِ جوہر طراوت سبزۂ خط سے
لگاوے خانۂ آئینہ میں روئے نگار آتش

جب بہ تقریبِ سفر یار نے محمل باندھا
تپشِ شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

اچھا ہے سر انگشتِ حنائی کا تصور
دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

لفظی رعایت یا ضلع کی صنعت ایک رکیک صنعت ہے مگر حضرت غالب کے کلام میں یہ مینڈھ گئی ہے تو مزہ دے جاتی ہے۔

نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا دی ہے جائے دہن اسکو دم ایجاد نہیں

دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کے پانو ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانو

یہ خیال بھی لوگوں کا غلط ہے کہ غالب کے کلام میں نفع بالکل نہیں تھا کی بناوٹ کرتے ہیں مگر وہ جو کسی کو نہ سوجھی تھی۔ مثلاً

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا

نہیں اقلیم الفت میں کوئی طومار ناز ایسا کہ پشت چشم سے جس کے نہ ہووے مہر عنواں پر

جو نہ نقد داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی تو فسردگی نہاں ہے بکمین بے زبانی

اشعار مذکورہ کی شرح کیجائے اور صنائع بدائع دکھائے جائیں تو مضمون نہایت طویل ہو جائے اس لئے میں نے اختصار سے کام لیا ہے وہ لوگ جو مرزا مرحوم کی خوبی اشعار کو نہ سمجھ کر اشعار کو بے معنی کہتے ہیں ان کے لئے یہ مضمون اشعار کے بامعنی اور فصیح و بلیغ ہونے کے لئے بس ہے اگر وہ سمجھنے کی کوشش کریں۔

حمد باری تعالیٰ

یارب ہے تجھی کو حمد شایاں — تو ہے صمد و رحیم و رحماں

بخشا تو نے صدف کو گوہر — پتھر کو عقیق، کان کو زر

افلاک کو مہر و ماہ و انجم — دریا کو تموج و تلاطم

آب ابر کو، گل کو نکہت و رنگ — بلبل کو ترانۂ خوش آہنگ

طوطی کو نوا، ثمر شجر کو — گلشن کو صبا، ضیا سحر کو

سوسن کو زباں، دی سرو کو قد — یارب تری دین کی نہیں حد

دی فرحت زندگی نفس کو — نے کو شکر، انگبیں مگس کو

مرجان کو جان، موتی کو آب — یاقوت کو قوت، مہر کو تاب

انسان بنا کے ہم کو یارب — دیں تو نے جہاں کی نعمتیں سب

تجھ سا نہیں کوئی دینے والا — ہم سا نہیں کوئی لینے والا

دی ہم کو زباں، زباں کو گفتار — کیوں شکر ترا کریں نہ ہر بار

یہ کیسی ہے بخشش و کرامت — انسان کو اپنی دی امانت

جو بار نہ اٹھ سکے کسی سے — ق — انسان ضعیف اسے اٹھا لے

حکمت یہ تری نہیں تو کیا ہے — قدرت یہ تری نہیں تو کیا ہے

ہے کس قدر [illegible] تجھ کو الفت — انسان کو سب پہ دی فضیلت

ہے جاہ میں یہ فلک سے بڑھکر
ہے شان میں یہ ملک سے بڑھکر
یہ سارے جہان کا ہے مخدوم
ہے سارا جہان اس کا محکوم
ہے فرق پر افسر شرافت
قبضہ میں خزانۂ بصیرت
تیرا ہی یہ فضل ہے خدایا
انسان نے رتبہ یہ جو پایا
جب اتنی ہے ہم پہ تیری رحمت
ہم کیوں نہ کریں تری عبادت

کر فضل ذہین پر الٰہی
ہو حشر کے دن نہ روسیاہی

عفو و انتقام

مبرا خطاؤں سے کب ہیں بشر
کہ لفظ بشر میں ہے معنئ شر
جو ہوتے ہیں حق کے ولی یا نبی
نہیں کرتے عمداً خطا وہ کبھی
نہایت غنیمت ہیں وہ آدمی
قصور و خطا کی ہو جن میں کمی
نظر آئیں جن میں بہت خوبیاں
سمجھئے انہیں مثل کروبیاں
جو ہوتے ہیں مخلوق کے عیب جو
وہ کاہے کو ہونے لگے نیک خو
یہ نیکوں کا ہوتا ہے بے شک شعار
خطا کر کے ہوتے ہیں وہ شرمسار
وہ کرتے ہیں کوشش بہ امکان بھر
کہ ان سے خطا ہو نہ بار دگر
کرے کوئی انسان اگر فکر و غور
ہوں معلوم اسے اپنے ڈھنگ اور طور
کہ ہے کس قدر مجھ میں شر و فتور
ہوا کرتے ہیں مجھ سے کتنے قصور

پہنچتا ہے میرے سبب کس کو دکھ
مری وجہ سے کون پاتا ہے سکھ

ہوئی اپنے کرتوت کی جس کو جانچ
برائی کی اس کو لگے کیوں پھر آنچ

ہیں جب ہم نہیں بے خطا بے قصور
گنیں سخت کیوں دوسروں کے قصور

یہ کیسا ہے انصاف کیسی سمجھ
سراسر حماقت ہے الٹی سمجھ

سمجھ لیں ہم اپنے کو معذور صاف
کریں دوسروں کو نہ ہرگز معاف

بڑی بھی خطا کب ہے اپنی بڑی
ہے چھوٹی خطا دوسروں کی بڑی

فراموش کر جائیں اپنی خطا
کریں دوسروں پر نہ لطف و عطا

سزا اس کو دینی ہے ازبس ضرور
جو نادم ہو کر کے جرم قصور

خطا کو جو اپنی نہ سمجھے خطا
عبث اس پہ کرنا ہے رحم و عطا

جو ہے مردم آزار ہے کور بخت
کرو رحم اس پر تو ہے ظلم سخت

ہوا ان سے خطا تو کرو تم کرم
خفا ہو کے کھو دو نہ اپنا بھرم

نہ لیگا جو عفو و مروت سے کام
تو اس سے بھی لیگا کوئی انتقام

صفات اچھے ہیں حلم و عفو و کرم
ذریعہ ان کے خوشحال ہیں خالق سے ہم

حرص و طمع

کیا تجھے ہو گیا ہے اے لالچی
کیوں تجھے اتنی حرص ہے لالچی

کیوں تجھے اس کا ہو گیا چسکا
کام کب یہ کس کے ہے بس کا

شہد و شکر پہ کیوں تو مرتی ہے
کیوں تو نقصان اپنا کرتی ہے

تجھ کو تلخی کا کچھ نہیں کھٹکا
دیکھ میٹھے سے دل نہ یوں اٹکا

شہد میں گر کے جب تو پھنستی ہے
ساری مخلوق تجھ پہ ہنستی ہے

دے نہ میٹھے پہ جان اے مکھی
جان شیریں میں لطف ہے مکھی

حرص سے تجھ پہ ہے خدا کا قہر
گڑ سے جب تو مری تو کیوں نہ زہر

حرص سے تو جفائیں سہتی ہے
کف افسوس ملتی رہتی ہے

چھوڑ دیتی نہیں مگر لالچ
کیسی راحت تجھے ہو گر لالچ

اے مگس لے مزے قناعت کے
ہیں مزے اس میں خوان نعمت کے

ہوتی ہے حرص سے تجھے ذلت
گر قناعت کے تیری ہو عزت

مکھی! لالچ ہے تیری فطرت میں
کب قناعت ہے تیری قسمت میں

یہ تو انسان کی طبیعت ہے
جس میں شرم و حیا و غیرت ہے

کون ہے اس دلیر سے بڑھکر
اس کی ہمت ہے شیر سے بڑھکر

ساری مخلوق سے یہ افضل ہے
نقص سے ہو بری تو اکمل ہے

سب سے بڑھکر ہے اس میں دانائی
کب کسی میں ہے یہ توانائی

خلق بد ہو تو چھوڑ سکتا ہے
رشتۂ حرص توڑ سکتا ہے

سوجھ جاتی ہے اس کو سیدھی راہ
ہے یہی اعتدال سے آگاہ

اس بشر میں اگر نہ ہو کچھ شر
پھر یہی ہے ملک سے بھی بڑھکر

چاہیئے اس کو چھوڑ دے یہ ہوس
نہ بنے طائر اسیر قفس

ہو کے انسان کیوں بنے حیوان
اس کی حیوان سے ہے اعلیٰ شان

ہاتھ میں ہے کہ اس کی عزت ہے	یہ جو غفلت کرے تو ذلت ہے

اے ذہین آپ میں اگر دانا
حرص کے دام میں نہ پھنس جانا

ترشروئی و خوشخوئی

عزیز من جو خوش اخلاق ہو گا — اُسے عزت کا استحقاق ہو گا
اگر رکھیگا خود کو شاد و مسرور — کریگا دوسروں کا رنج و غم دور
نہ ہوگی خوش مزاجی جس کسی میں — وہ گڑھتا ہی رہیگا جی ہی جی میں
جو خود ہی رنج و غم میں مبتلا ہو — تو اس سے دوسرا محظوظ کیا ہو
یہی ہوتی ہے خواہش سب کے جی میں — کہ تاریکی سے نکلیں روشنی میں
اجالے کا ہے سب جگ میں اجالا — اندھیرے کا جہاں میں منہ ہے کالا
کسی کو سرد مہری کب ہے مرغوب — کہ سب کو گرمیٔ الفت ہے مطلوب
ہر اک خوشخو سے کرتا ہے محبت — نہیں رکھتا کوئی بدخو سے الفت
نہیں بنتا ترشرو کا کوئی کام — یہی دیکھا کہ وہ رہتا ہے ناکام
جو پڑ جاتی ہے بدخو سے ضرورت — تو دشواری سے بر آتی ہے حاجت
پسند آتا ہے بدخو کو تملق — وگرنہ کیجیے قطع تعلق
کہا کرتے ہیں اہل عزم و ہمت — ترشرو سے نکالے کون حاجت
کرے بدخو جو اپنے دل میں کچھ غور — تو بدخوئی کے ہوں معلوم ہی طور

کر ٹوٹے میرے باعث کس قدر دل
ہوئے تیغ زباں سے کتنے بسمل

بنے کتنے احبا میرے دشمن
ہوئے کتنے شناسا مجھ سے بدظن

پھر اس سیرت سے اپنی وہ خجل ہو
ترشروئی سے اپنی منفعل ہو

ترشروئی ذہین اصل فتن ہے
ترشروئی مبدء آلام و محن ہے

صالح و طالح

ہیں جہاں میں طرح طرح کے بشر
خیر ہے ایک میں تو ایک میں شر

ایک میں غصہ ایک میں ہے حلم
ایک میں جہل ایک میں ہے علم

کوئی ہے مفسد و شتر کینہ
اور سینہ کسی کا آئینہ

کوئی بزدل ہے اور کوئی شجاع
کوئی قانع ہے کوئی ہے طماع

متواضع کوئی کوئی مغرور
متنعم کوئی کوئی مزدور

کوئی عادل ہے عفو و حلم شعار
کوئی ظالم ہے زبردست آزار

ہے سخی کوئی اور کوئی بخیل
ہے معزز کوئی کوئی ہے ذلیل

جس میں اوصاف ہوں پسندیدہ
خلق ہوتی ہے اس کی گرویدہ

نیک سے سب کو ہوتی ہے الفت
بد سے سب لوگ کرتے ہیں نفرت

نیک جس میں زیادہ ہوں اوصاف
ہے ذہین اس کا اک جہانِ صاف

مشغلہ

کرو غور کرنے سے پہلے نہ بات — نہیں ہوتی ہر بات قند و نبات

اگرچہ ہے حکمت کا جوہر سکوت — نہیں جوہر انساں کا ہر سکوت

کہے جو نہ موقع پہ حیوان ہے وہ — جو موقع پہ کہتا ہے انسان ہے وہ

عزیزو یہ تھی اگلے لوگوں کی ریت — کہ موقع سے کرتے تھے وہ بات چیت

نصیحت تھی ان کی ہر اک بات میں — عذوبت تھی ان کی ہر اک بات میں

وہ دل کو کسی کے دکھاتے نہ تھے — وہ شان اپنی ہرگز دکھاتے نہ تھے

نہ سینہ میں کینہ نہ دل میں تھا بیر — کہ تھے صاف دل نیک خو اہل خیر

جہاں بیسیوں مل بیٹھتے تھے بشر — نہ اٹھتا تھا فتنہ نہ مچتا تھا شر

مگر جو ہیں اس عہد کے آدمی — نئے دور کے ہیں نئے آدمی

دہن میں ہے ان کے زباں یا چھری — کہ چلنے میں ہے تیز گویا چھری

غرض ان کو لطف طبیعت سے ہے — انہیں مطلب اپنی مسرت سے ہے

کریں گے نہ احسان جمع ہو مال و زر — ہے احسان نہ پہونچائیں گے یہ ضرر

حکومت ہو یا زر تو نخوت کریں — ہو افلاس تو پھر شرارت کریں

نہیں ہمنشینی سے ان کی مفاد — اگر ہے تو امید شر و فساد

برائی پہ کھلتی ہے ان کی زباں — ستم کر کے ہوتے ہیں یہ شادماں

عجب لوگ اگلے زمانے کے تھے — یہ دنیا سے قابل نہ جانے کے تھے

یہ کرتے تھے طاعت بھی اللہ کی — کیا کرتے تھے خدمت خلق بھی

کیا کرتے پند و نصیحت کبھی — کہا کرتے نقل و حکایت کبھی
کبھی تو ہے تعلیم کا شغلہ — کبھی بحث و تفہیم کا شغلہ
کبھی شعر خوانی کبھی ہے مزاح — جو ہو شرع و آئیں کی رو سے مباح
عزیزو بہت سے ہیں دنیا کے کام — کرو کام وہ جس سے پیدا ہو نام
اگر کام کرنے سے تھک جاؤ تم — تو کچھ دیر جی اپنا بہلاؤ تم
مقرر ہو ہر کام کا ایک وقت — کہ اس کام کو ہی وہی نیک وقت
شریروں کے ہونا نہ ہرگز جلیس — یہ ہوتے نہیں غمگسار و انیس
یہ اشرار ہوتے ہیں ایذا رساں — نہیں نفع ان سے مگر ہے زیاں
کسی کا رہا کب مدام ایک حال — کبھی ہے خوشی تو کبھی ہے ملال
تغیر ہے عادت میں انسان کی — تبدل ہے سیرت میں انسان کی
تغیر نہیں ہے کسی سے جدا — تغیر نہیں جس کو وہ ہے خدا
بشر کے لئے ہے عروج و زوال — خدا ہی کی اک ذات ہے لازوال

مدد سعدی پارس کی ہے قریں
نہ کیوں پھر یہ مضمون ہو بہتریں

جور ستم

کان کو ممکن ہے کہ ہم رکھیں باز — تا نہ سنیں نغمۂ [illegible] جنگ
مشکل ہے انکھوں کو کریں ہم بند — [illegible]

سو رہیں بستر کی جگہ خاک پر
گو نہ ہو بالیں کے لئے خشت و سنگ

سونگھیں نہ بوئے گل نسریں کبھی
آنے نہ دیں دل میں خوشی کی ترنگ

رو کے رہیں ہاتھ کو افلاس میں
پانوں نہ پھیلائیں اگر جا ہو تنگ

دل پہ رکھیں صبر کی سل جبر سے
سمجھیں طلب کو سبب عار و ننگ

سب یہ ہے آسان مگر کیا کریں
جورِ شکم سے ہیں نہایت ہی تنگ

یہ تو کسی طور سے بھرتا نہیں
یہ تو نہیں دبتا جو رکھیں اس پہ سنگ

اس کو بھی اژدر کا دہن جانئے
مانئے بس اس کو بھی کامِ نہنگ

کھاتے ہیں غم ہم ہیں کھاتا ہے پیٹ
اس کے تو کھانے نے کیا ہم کو دنگ

کھا گیا اب تک یہ منوں ہی اناج
پی گیا اب تک تو یہ دریائے گنگ

مار ہی ڈالیگا ہمیں ہے یہ مار
پھاڑ ہی کھائے گا ہمیں یہ پلنگ

یوں تو یہ آفت ہی تجرد میں بھی
اس پہ تعلق نے جمایا ہے رنگ

مکر و دغا موجبِ تذلیل ہے
دل میں رہی جاتی ہے دل کی امنگ

چاہئے صبر اور شفقت کریں
ہیں یہی دنیا میں جینے کے ڈھنگ

پھول یہ سعدیؒ کی گلستاں کے ہیں
ہم نے نو ہیں ان کا جمایا ہے رنگ

نیرنگِ زمانہ

ہیں یہ یاں روز زمانہ کے نیرنگ
کہ دکھاتا ہے یہ نئے نئے رنگ

کہیں دو دشمنوں میں صلح ہوئی — کہیں دو دوستوں میں چھڑ گئی جنگ
کہیں بیٹی کو ماں سے ہے الفت — کہیں کرتا ہے بیٹا باپ کو تنگ
کہیں ماتم سے حشر ہے برپا — کہیں عشرت کا ہے جما ہوا رنگ
موت کا ڈر ہے ایک بڈھے کو — زندگی ہی سے اک جواں ہے تنگ
کوئی تو پی رہا ہے شربتِ مرگ — کوئی سرشار پی کے ہے مے و بنگ
جل رہا ہے پتنگ شمع پہ ایک — اڑ رہا ہے ہوا میں ایک پتنگ
اک جواں ہے کہ پیرِ سال ہے ضعیف — ایک بوڑھا جوان کے ہے ہمرنگ
فرشِ مخمل پہ ایک سوتا ہے — زیرِ سر ایک کے ہے بالشِ سنگ
ہے عجب کارخانہ دنیا کا — سارے رمز و راس میں ہیں دلتنگ
سب نے پھیرا ہے منہ قناعت سے — حرص نے سب پہ ہے جمایا رنگ
ہے گدا کو جو فکرِ نانِ جویں — شاہ کرتا ہے فکرِ ملک میں جنگ
دل کو ہر اک کے موہ لیتی ہے — زالِ دنیا کے کچھ عجب ہیں ڈھنگ
کیسی تکلیف دہ ہے یہ دنیا — دہنِ اژدر کا یا ہے کامِ نہنگ
اس میں کچھ نیکیاں نہ ہوتیں اگر — ہوتا انسان زندگی سے تنگ
دلکشا ایک باغ بھی ہے یہاں — ہیں جہاں میوہ ہائے رنگارنگ
سارے میووں سے صبر میٹھا ہے — گو بظاہر ہے اس کا پھیکا رنگ
ساتھ دیتا ہے صابروں کا خدا — پھر کوئی شخص کیوں ہے دلتنگ
قیمت اس میوہ کی ہے نیک عمل — کر نہ اس کے خریدنے میں درنگ
کھوٹے سکے چلاتے ہیں شر کے — سارے مکار دیکھتے ہی رہے دنگ

سارے اشرار کو ہے دنیا میں
خوار آخر کو ہوتے ہیں مکار
کاخ کو خاک میں ملاتا ہے
اس سے عبرت کا جو سبق لیگا
ہے تو اہلِ ہنر کو ہے کچھ چین
آبرو ہوگی بس اسی کی یہاں
دین دنیا کے کام کرتے ہیں

خیر سے عار نیکیوں سے ننگ
جمع کرتے ہیں گنج ہوتی ہے جنگ
چرخ کے ہیں ہمیشہ سے یہی ڈھنگ
ہے وہی شخص صاحبِ فرہنگ
کرتی ہے بے ہنر کو دنیا تنگ
نہ کرے کام سے جو کوئی ننگ
یہی ہوتے ہیں عاقلوں کے ڈھنگ

کام اچھا کرو دوستو یہاں
کہ نہ ہو جائے تم پہ دنیا تنگ

عفو خطا

دوستو اہل دنیا کا ہے یہ شعار
خطا سے کسی کی کرے درگزر
خطاکار سے کوئی احساں کرے
خطاکار سے کس کو ہوتی ہے چاہ
نہ ہو بھائیوں میں تعلق اگر
پسر گو ہے نورِ نظر باپ کا
کسی زن میں گر ہو نہ مہر و وفا
جو خادم سے ہو جائے کوئی خطا

کہ خاطی سے کرتے ہیں سب ننگ و عار
بشر کا کہاں ایسا قلب و جگر
بھلا کام کیوں ایسا انساں کرے
گو عمداً اس کے آگے سزا کا ہے چاہ
کنوئیں میں گرا دیں بھی یوسف اگر
خطا پر نظر سے وہ گر جائے گا
رہے گا مدام اس سے شوہر خفا
کرے اس پہ آقا نہ لطف و عطا

ہے ایسا مگر خالقِ انس و جان — کہ ہے عاصیوں کا بھی روزی رساں

کرے بندہ روزانہ جرم و خطا — نہیں بند روزینہ کرتا خدا

خدا سے گر اخلاق سیکھیں بشر — تو اُن میں نہ باقی رہے کوئی شر

خدا ہے کریم و رحیم و غفور — وہ کر دیتا ہے عفو لاکھوں قصور

بشر کو بھی شرم و حیا چاہیئے — کچھ اس کو بھی خوفِ خدا چاہیئے

خطا پر بھی جب وہ عنایت کرے — تو بندہ بھی کچھ شکرِ نعمت کرے

طریقہ یہ کیسا ہے انسان کا — سلیقہ یہ کیسا ہے انسان کا

بشر کو بشر سے ہے شرم و حیا — نہیں شرم خالق سے لیکن ذرا

ہمیشہ ہے خائف بشر سے بشر — نہیں دل میں خالق کا خوف و خطر

کرے آدمی گر خدا سے حیا — فرشتے سے ہو اس کا رتبہ سوا

خدا سے کرے خوف اگر آدمی — تو بن جائے وہ متقی و ولی

خدایا تو ہی سب کو توفیق دے
کہ بندے ہیں سب تیرے اچھے برے

عطا

لوگوں کو نہیں خیال اس کا — کہتے ہیں جسے عطا وہ ہے کیا

فاقوں سے جو شخص جاں بلب ہو — جاں بردہ سیم و زر سے کب ہو

ہو جس کی لبوں پہ بھوک سے جاں — ہے اس کو جوارہ دُرّ و مرجاں

پیاسے کا اگر ہو حال ابتر — کب پیاس بجھائے آبِ گوہر

کام آتے نہیں ہیں لعل و یاقوت | جس کو ہو فقط ضرورتِ قوت

ننگا جو ہے کپڑوں کا ہے بھوکا | کیا اسپ کو لیکے اوڑھ لیگا

لنگڑا جو مردِ بے نوا ہو | ہاتھی پر دو سوار کیا ہو

اندھے کو اگر دے کوئی عینک | ہے عینِ حماقت اسکی بیشک

بھوکا ہو تو کچھ غذا کھلا دو | چلتا ہو تو راستہ دکھا دو

اس دین سے اسکو بہرہ ہو کیا | کیا لیکے کریگا چنگ بہرا

بیمار کو ہے دوا کی حاجت | دو صرف غذا تو کیا ہو صحت

بھوکے کو کھلاؤ سیر ہو گا | کب کہنے سے گڑ کے منہ ہو میٹھا

جاڑے سے جو کوئی کانپتا ہو | دو غسل سے تو نفع کیا ہو

تا دم جو ہو خطا پر اپنی | ہے خلقِ بد اس کو گالی دینی

ق

بے مانگے کچھ شریف کو دو | دو مانگنے پر اگر کچھ اس کو

نام اسکا نہیں کب عطا ہے | یہ مانگنے ہی کا اک صلا ہے

جس کو ہو جس قدر ضرورت | دو اتنا ہی تا ہو پوری حاجت

جس شئے سے نکلتا جس کا ہو کام | وہ چیز ہی ہے عطاء و انعام

نفع رسانی

ہے کوئی گر مبتلائے صد غم | اور آڑے آ سکیں نہ کچھ نہ ہم

یا نہ ہو زور و حکومت اس قدر | لوگ ہوں جس کے سبب بہرہ ور

یا نہیں تو اسطرح کا مالدار — مستمندوں کا جو ہو حاجت برار
یا نہیں تو متقی و پارسا — جس کو سمجھے خلق اپنا رہنما
یا نہیں تو عالمِ فرخندہ فال — جاہلوں کی جس سے ہو اصلاح حال
پھر نہیں ہے تیری اچھی زندگی — موت سے بدتر ہے تیری زندگی
نفع جو لوگوں کو پہنچائے نہیں — ہے وہ بیشک قابلِ صد آفریں

علم و ذہن

بولا ابنِ ایاس سے اک شخص — سچ کہوں تم میں اک برائی ہے
جلد دیتے ہو تم جوابِ سوال — آخر اس میں کوئی بھلائی ہے
کیوں نہیں پہلے غور کر لیتے — کیا قسم تم نے اس کی کھائی ہے

کہا ابنِ ایاس نے صاحب! — دل میں اک بات میرے آئی ہے
کہئے تو دو زیادہ ہیں یا تین — کچھ اگر ذہن کی رسائی ہے
بولا وہ دو سے تین زائد ہیں — یہ بھی کچھ طبع آزمائی ہے

کہا ابنِ ایاس نے حضرت — واہ کیا طبع تیز پائی ہے
آپ نے جلد کیوں دیا یہ جواب — آپ میں بھی تو یہ برائی ہے
جلد دیتا ہوں میں جواب اگر — سمجھو یہ ذہن کی رسائی ہے

کی ہے تحصیلِ علم و فن برسوں / اور پھر طبع تیز پائی ہے

سہل ہوتی ہے علم سے مشکل / علم سے ذہن کی صفائی ہے

کب میں سونچے بغیر کہتا ہوں / غور میں کب کوئی برائی ہے

سہل باتوں میں کیا ہے حاجت غور / سہل میں کیا گرہ کشائی ہے

ہے اسی کا ذہین ذہنِ رسا / دولتِ علم جس نے پائی ہے

شعلۂ محبت

اک دن لوہے سے اک بسولا / بولا۔ کیوں آپ کو ہے بھولا

لوہے! مجھے دیکھ میں ہوں تیشہ / میرا ہے چھیلنا ہی ہمیشہ

کیا تو مری ہمسری کرے گا / کیا میری برابری کرے گا

اور دن کی طرح سمجھ نہ مجھ کو / کیا زور اپنا دکھاؤں تجھ کو

یہ کہکے کیے جو اُس نے کچھ وار / خود ہو گیا کند۔ گر گئی دھار

آرے کا بسولے سے تھا ناتا / دوڑ آ گیا یہ بھی دندناتا

دندانے چلائے اُس نے کچھ دیر / جب جھڑ گئے دانت ہو گیا ڈھیر

جھپٹا پھر اُس کے بعد رندہ / بولا۔ لو صاحب آیا بندہ

یہ بھی اُسے کر سکا نہ ہموار / خالی اس کے بھی سب گئے وار

لوہے نے سب کا زور توڑا / یہ دیکھ رہا تھا سب ہتھوڑا

اس پر بھی سب کو طعنے دیکر / بل پر کھونٹے کے بل کی لیکر

لوہے تک جلد کی رسائی — اک ضرب بھی زور سے لگائی
سر بھٹا سا اڑ گیا اسی کا — لوہے کا ہوا نہ بال بیکا
یہ دیکھ کے حال شعلۂ نار — لوہے کے گلے کا بن گیا ہار
پٹا کے اُسے گلے لگایا — چمٹا رہا اُس سے جیسے سایا
پہونچائی تھوڑی تھوڑی گرمی — آنے لگی لوہے میں بھی نرمی
رنگ اپنا اس طرح جمایا — موم آخر لوہے کو بنایا
تاثیر شعلۂ محبت — ایسی ہی تجھ میں بھی ہے طاقت
ہاں کیا کہنا ہے تیرا الفت — دل سے کوئی پوچھے تیری حالت
کیسی ہی بشر پر آفت آئے — کیسی ہی کڑی مصیبت آئے
مارے کوئی پانوں میں کُلہاڑی — بھونکے خنجر کوئی اناڑی
سر پہ کوئی چلائے آرے — ٹوٹیں غم کے پہاڑ سارے
انساں کو دیا ہے حق نے جو دل — سب بار اٹھانے کے ہے قابل
جرأت سے مقابلہ کرے گا — ہمت سے مجادلہ کرے گا
الفت تیرا اثر ہے جیسا — کب سحر میں بھی اثر ہے ایسا
کب مرد بلا سے ڈر کے بھاگے — ہاں سر کو جھکائے تیرے آگے
تو ہے دُرِ بے بہا سے بڑھ کر — تیرا سایہ ہُما سے بڑھ کر
سب کو ہے عزیز ہے وہ شے تو — مخلوق ہے جسم جان ہے تو

الفت کا فہن پھل ہے اچھا
تسخیر کا یہ عمل ہے اچھا

علم و جہل

علم انسان کی شرافت ہے — جہل کو سمجھو شر و آفت ہے

علم ہے پھول جہل ہے کانٹا — علم ہے سود جہل ہے گھاٹا

علم ہے نور جہل ہے ظلمت — علم عزت ہے جہل ہے ذلت

علم اقبال جہل ہے ادبار — علم صحت ہے جہل ہے آزار

علم تریاق سم جہالت ہے — علم شادی ہے غم جہالت ہے

علم رحمت ہے جہل زحمت ہے — علم راحت ہے جہل آفت ہے

علم انست ہے جہل وحشت ہے — علم الفت ہے جہل نفرت ہے

علم پربت ہے جہل ہے رائی — علم ہے قلعہ جہل ہے کھائی

علم بیداری اور جہل ہے خواب — علم چشمہ ہے اور جہل سراب

علم غیرت ہے بے حیائی جہل — علم دولت ہے بینوائی جہل

علم گوہر ہے اور جہل صدف — علم مرجاں ہے اور جہل خزف

علم ہے آب جہل آتش ہے — منکسر علم جہل سرکش ہے

علم یاری ہے جہل خونخواری — راستی علم جہل مکاری

علم ہے نفع اور جہل ضرر — علم ہے خیر اور جہل ہے شر

علم ہے امن اور جہل خطر — علم جنت ہے اور جہل سقر

علم ہے مہر جہل ذرہ ہے — علم ہے شیر جہل برہ ہے

علم ہے باغ اور جہل ہے راغ — علم بلبل ہے اور جہل ہے زاغ
علم امن اور جہل ہے کالا — علم ہشیار جہل متوالا
علم افضل بہار جہل خزاں — ہے سبکسار علم جہل گراں
علم رہبر ہے جہل رہزن ہے — علم ہے دوست جہل دشمن ہے
علم ہے آسمان جہل زمیں — علم ارفع ہے اور جہل کمیں
علم ہے صلح جاہلی ہے جنگ — علم ہے لعل جاہلی ہے سنگ
علم کو سمجھو تم کہ ہے مہتاب — جہل کو سمجھو کرمک شب تاب
علم ہے بادشاہ جہل گدا — اسپ تازی ہے علم جہل گدھا
علم موسیٰ ہے جہل ہے فرعون — سمجھو اب علم کون جہل ہے کون
علم مشعل ہے جہل تاریکی — سمجھو کیا علم میں ہے باریکی
علم مخدوم جہل ہے خادم — جاہلی سے رہو گے تم نادم
علم اعزاز و نیکنامی ہے — جاہلی خواری و غلامی ہے
علم ہے بدر اور جہل ہلال — ہاں بتدریج کر لو کسب کمال
علم سے اور کیا ہے بہتر چیز — اس سے آتی ہے عقل اور تمیز
علم سیکھو کہ علم ہے گوہر — آدمیت کا ہے یہی جوہر
علم خالق کی خاص نعمت ہے — سب سے بڑھکر اسی میں لذت ہے
علم کی دیکھو شان محبوبی — اس سے دونو جہاں کی ہے خوبی
علم کا تم اگر کروگے شوق — تم کو معلوم ہوگا اس کا ذوق
علم میں ہوگے تم اگر فانی — آئے گا تم کو لطف روحانی

علم نیچے خدائی اوپر ہے — قول حالی پاک گوہر ہے
علم سے ہے ذہین قدر بشر — کیوں نہ ہو ہم کو قدر علم و ہنر

صورت و سیرت

اک مرد نے ایک زن سے پوچھا — زن اچھی ہے یا ہے مرد اچھا
زن نے کہا تم سے کیا کہوں میں — اچھے برے دونوں صنف میں ہیں
یہ کیسا سوال ہے تمہارا — جو خوب ہے بس وہی ہے پیارا
میں کہتی نہیں کہ زن ہے اچھی — لیکن کہتی ہوں بات سچی
آدمؑ کا جہاں میں دل نہ بہلا — جب تک حوا ہوئیں نہ پیدا
کس شان کے شاہ تھے سلیمانؑ — بلقیس کو پا کے تھے وہ شاداں
زہاد کو لطف اتقا میں — ملتا ہے کہ تن رہینگی حوریں
یہ سب نہیں عورتیں تو کیا ہیں — سب حوریں بھلی ہیں یا بلا ہیں
خوش سیر و عورت اک پری ہے — سایہ سے بچو اگر بری ہے
جس گھر میں ہو حسین عورت — عورت وہ ہے جو گھر ہے جنت
بولا یہ سن کے مرد عاقل — میں دل سے حسن کا ہوں قائل
کیا کہنا خوبرو کا لیکن — ظاہر کی طرح ہو حسن باطن
بدخو گر مہ جبیں ہے عورت — وہ دیولی ہے نہیں ہے عورت
یوں تو ہیں درندگان خوش رو — صحرا میں پھرتے ہیں جو ہر سو
لیکن کہاں ان میں حسن باطن — ان سے وفا نہیں یہ ممکن

ان میں سے اگر کسی کو پالو | سر پر ایک آفت و بلا لو
بچہ بھی جب بزرگ ہوگا۔ | ثابت وہ درندہ گرگ ہوگا
بد خلق اگر ہو خوبصورت | اُس کی نہیں زہر سے کم الفت
مار آخر ہوگا بچۂ مار | ہوگا اخگر ہی شعلۂ نار
عورت ہو گر حسین، بدخو | وہ گل ہے نہیں ہے جس میں خوشبو
خوش رو خوش خو اگر ہو عورت | بے شک اُسے کہیئے حور جنت
کوئی عورت اگر بُری ہو | سایہ سے بچو اگر پری ہو
حسن باطن ہے کیا؟ گہر ہے | حسن ظاہر صدف مگر ہے
حسن ظاہر ہے گرد مہ کا | حسن باطن ضیا ہے گویا
حسن ظاہر ہے جسم لیکن | ہے جسم میں جان حسنِ باطن
ہو جس میں ذہین حسنِ سیرت | ہے قابل قدر کے وہ عورت

نیکی

کرتے رہو جہاں میں لیل و نہار نیکی | کوشش کرو تم اس میں ہمت نہ ہار نیکی
دیکھو دکھاتی ہے پھر کیا کیا بہار نیکی | کوشش جو اس طرف ہو دل کو ابھارنے کی
گر عقل ہے عزیزو باغ جہاں میں سمجھو | فصلِ خزاں بدی ہے فصلِ بہار نیکی
نیکی کی خوبیوں کو نیکوں سے جا کے پوچھو | تم بھی بنا کے دیکھو اپنا شعار نیکی
حاجاتِ دین و دنیا وابستہ ہیں اسی سے | بیشک ہے دو جہاں کی حاجت برار نیکی
خو اس کی صلحِ کل ہے بے درد جام اس کے | رکھتی نہیں کسی کے دل میں غبار نیکی

غیروں کے نیک و بد سے مطلب نہ رکھ جہاں میں — لے بار بار لذت اگر یار بار نیکی

رہتا ہے دائم اس سے سرسبز باغ ہستی — ہے بہر مزرع عمر ابر بہار نیکی

بدنام ہو کے جینا ہے موت سے بھی بدتر — کرتے رہو ہراک سے تم بار بار نیکی

بس ہے یہی شرافت بھولو نہ اُسکا احساں — تم سے اگر کسی نے کی ایک بار نیکی

کیا ہے بدی نہ پوچھو ہے خارزار وحشت — جی بھر کے سیر دیکھو ہے لالہ زار نیکی

ہاں وہ خزاں بدی ہے جس کی بہا معلوم — جس کو خزاں نہیں ہے ہے وہ بہار نیکی

تو دشمنوں کے آگے آجا بری گھڑی ہیں — جائیگا پھر نہ خالی ایسا ہے وار نیکی

کیا غم ذہین ہم کو دنیا کی آفتوں کا — جب وقت بد میں اپنی ہو غمگسار نیکی

صلح کل

وہ کون ہے کہ جسے لوگ سب کہیں اچھا — زمانہ میں نظر آتا نہیں کوئی ایسا

مگر جو کام ہے نیک اُس کو سب سمجھتے ہیں نیک — برا جو کام ہو سب اُس کو جانتے ہیں برا

جو بد ہیں وہ بھی نکوکار کے ہیں قدر شناس — کہ نیک کام ہی کرتے ہیں لوگ مدح و ثنا

طبائع اور مذاہب کا اختلاف مگر — ہر امر میں سبب صلح کل نہیں ہوتا

یہی سبب ہے کہ مشکل سے شکل اُس کو ہے — تو ہوش اُس سے سب میں یہ جسکے دلکا ہو منشا

خلیق وہ ہے کہ ہو خلق مدح خواں اُسکی — صفات میں وہی اچھے کہ سب کہیں اچھا

جو خلق ایسا ہو اچھا تو ہم سے خوش ہیں غیر — کسی کے شیفتہ ہم ہوں تو ہم پہ وہ شیدا

کسی سے مہر و وفا کی امید اگر رکھئے — تو دل میں فرق نہ ہو کرتے اپنے سلوک و مہر و وفا

ظہور فعل سے نیت کا حال کھلتا ہے — بیاں سے کار برآری سبب کے خواہش

زمانہ سازی

کسی کو یہ ہے شکایت کہ بخت ہے ناساز — فلک کے حق میں کسی کی زبان شکوہ دراز
وہ لوگ کم ہیں کہ ہو جن کو صبر کی عادت — مصیبتوں میں رہیں گا ہائے زشت سے باز
ہیں بلکہ اب تو کچھ اکثر اسی خیال کے لوگ — تمام فعل شنیعہ کو دیں جو حکم جواز
جو اپنی عقل و فراست پہ ناز کرتے ہیں — جدا ہے اُن کا رہِ راستی سے ہر انداز
نکالا کرتے ہیں جو لوگ مکر و زور سے کام — سمجھنے لگتے ہیں وہ آپ کو زمانہ ساز
کچھ ایسے کاذب و مکار چلتے پرزے ہیں — کہ خیر و شر کو بنا لیتے ہیں نشیب و فراز
سمجھتے ہیں وہ یہ معنی زمانہ سازی کے — کریں کسی کی خوشامد کہیں نہیں غماز
برائیوں پہ عمل کرکے پھر یہ کہتے ہیں — زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز
جو لوگ ایسے ہیں وہ سرخرو نہیں ہوتے — برا ہوا اُن کا جو کرتے ہیں اِن ابنائے نیاز
مصیبتوں میں جو رہتے ہیں صابر و شاکر — وہی ہیں لائق تکریم و قابلِ اعزاز
جو لوگ ایسے ہیں ان کے لئے یہی موزوں — زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز
وہ نیک کام میں کرتے ہیں کوشش و تدبیر — ذہین جانتے ہیں جو مقدرات کا راز

رازِ ترقی

جو انقلاب سے ہو تازیانہ عبرت گیر — تو ہر طرف نظر آتی عروج کی تصویر
زوال کا سبب اہلِ زوال اگر سوچیں — سمجھ میں آئے اسی دم عروج کی تدبیر

تعصب اور حسد موجب تنزل ہے | تباہ کاروں کی پیش نظر ہو اُسکی نظیر
عمل جہاں میں ہے خذ ما صفا پہ نیکوں کا | مگر بدوں کو ہے دع ما کدر خلاف ضمیر
ہمیشہ اپنے خیالوں میں مست رہتے ہیں | کمند حرص و ہوا و ہوس میں ہیں جو اسیر
دماغ بیہدہ پختن کا کیمیا ہے نام | فضول کام میں بیکار ہوتی ہے تدبیر
یہ شرط ہے کہ کریں سعی تا کہ ہو معلوم | کہ ابتداء میں کیا ہے نوشتۂ تقدیر
سفید کام میں محنت کو عیب جو سمجھیں | انہیں کی ہوتی ہے آخر میں ذلت و تحقیر
جو عقلمند ہیں موقع پہ کرتے ہیں کوشش | ہو سادہ لوحوں پہ کیا انقلاب کی تاثیر
کمال ہو تو کمال انکسار بھی ہو ساتھ | اگر ہو خلق تو پھر خلق ہو سکے تسخیر
ذہین ہوتے ہیں وہ کامیاب مقصد میں | جو نیک کام میں کرتے ہیں کوشش و تدبیر

انسانیت

جہاں میں ہے یہ دلیل شرافت انساں | امور خیر پہ مبنی ہو عادت انساں
نہیں ہے مایہ نازش صفات آبائی | جو ذات ہی میں نہ ہو کچھ شرافت انساں
اگر نہ پیش نظر خیر و شر کا ہو انجام | دریغ حیف بفہم و فراست انساں
رہے نہ دل میں خیال فساد و مکر و دغا | کہ اس سے بڑھکے نہیں ہے شقاوت انساں
کسی طرح کا جو آئے فتور نیت میں | نتیجہ اُس کا ہو توام رذالت انساں
ہمیشہ طاعت خالق کی دُھن ہے اس کو | اسی میں خیر ہی ہے سعادت انساں
فروغ ہستی دوروزہ چیز ہی کیا ہے | غرور اس پہ ہو یہ ہے جہالت انساں
اسی سے اس پہ ہو واجب اعانت یکجنس | کہ منحصر ہے تمدن پہ حاجت انساں

جہاں میں مسلکِ صدق و صفا کا ہو سالک
یہی ہے موجبِ شان و جلالتِ انسان

گزارے عمر دو روزہ وہ نیکنامی سے
یہی ہے باعثِ آرام و راحتِ انسان

جہاں میں بے ہنری سے ہے ذلت و خواری
کہ ہے کمال سے عز و کرامتِ انسان

زمانہ میں ہے تواضع پسند سب کو نہیں
نہ ہے نصیب اگر ہو یہ عادتِ انسان

خیالات

ہے منحصر تری راحت خیال پر انسان
خیال ہی سے تجھے ہے غم و الم ہر آن

ق
خیال مکر و دغا جن کے دل میں ہوتا ہے
جو چاہتے ہیں کہ پہونچائیں غیر کو نقصان

مآلِ کار وہ خود ہی تباہ ہوتے ہیں
انہیں کا ہوتا ہے نقصان کیسے ہیں نادان

بُرے خیال سے دیکھو تو اچھی چیزیں بھی
بُری ہی تم کو نظر آتی جائیں گی ہر آن

اگر خیال کسی شئے کی نسبت اچھا ہو
وہ ہو بُری بھی تو مرغوب ہوگی اسکی شان

جہاں میں خوش نہیں رہتے بُرے خیال کے لوگ
خیال جنکا ہے اچھا وہی ہیں خوش ہر آن

کریں کسی کو تباہ اور خانماں برباد
خیال جنکا ہو ایسا نہیں ہیں وہ انسان

بُرے خیال سے ہوتا ہے دل میں پیدا رنج
خیال اس کا جو کرتے نہیں وہ ہیں نادان

ذہن میں دلمیں خیالِ بدی نہ آنے دے
اسی میں اس کی ہے بہبود سمجھے گر انسان

ایثار

پوچھے اہلِ بصیرت سے کہ کیا ایثار ہے
سوچیئے ایثار کیا شئے ہے یا اولی الابصار ہے

خلق بھی خالق بھی جس سے شاد ہو ایثار ہے
فضلِ باری صاحبِ ایثار پر ہر بار ہے

کیجئے ایثار اگر فضل خدا درکار ہے ۔ جو کرے ایثار وہ ہم مالک دینار ہے
ہوتی ہے جس شئے سے تالیف قلوب ایثار ہے ۔ صاحب ایثار کو اب اور کیا درکار ہے
اپنے مقصد پر مقدم رکھنا مقصد غیر کا ۔ کہتے ہیں ایثار اسے۔ یہ معنی ایثار ہے
جس سے نکلیں کام غیروں کے وہی ہے محترم ۔ خود غرض دنیا میں عقبیٰ میں ذلیل و خوار ہے
سورۂ حشر آپ اگر پڑھیئے تو کھل جائے یہ حال ۔ کیا کیا انصار نے کیا بخشش انصار ہے
شاہد مقصود ہے افسانۂ جنگ تبوک ۔ کیسا اصحاب نبی کا بذل اور ایثار ہے
ذکر یرموک آپ پڑھکر دیکھئے تاریخ میں ۔ سچی ہمدردی کا جس میں واقعی اظہار ہے
لیکے پانی ڈھونڈھنے نکلے حذیفہ بھائی کو ۔ جلتے تھے زخموں کی کثرت سے حالت زار ہے
خاک پر دیکھا انہیں بسمل یہ جب پہنچے قریب ۔ پاس سے آواز آئی پیاس دل آزار ہے
سنکے اس آواز کو بھائی نے بھائی سے کہا ۔ اب تو اس پانی کا پی لینا مجھے دشوار ہے
جس طرف سے آتی ہے آواز ادھر لے جائیے ۔ مستحق مجھ سے زیادہ تر وہی بیمار ہے
جب حذیفہ اس طرف پہونچے تو دیکھا ہشام ۔ پوچھا پانی چاہئے ہو فرمایا ہاں درکار ہے
اتنے میں آواز اور اک آئی کہتا تھا کوئی ۔ پیاس بیحد ہے مگر کوئی نہیں غمخوار ہے
بولے اس آواز کو سنکر ہشام اے بھائیجان ۔ آپ ادھر لیجائیے حالت کسی کی زار ہے
اس جگہ پہنچے حذیفہ جب تو دیدی اس نے جان ۔ پلٹے واں سے دیکھا جان بر لب عزیز اور یار ہے
پانی دینے بھی نہ پائے یہ کہ وہ سب مر گئے ۔ یوں ہر اک نے جان دیدی واہ کیا ایثار ہے
پیاس ایسی وقت نزع اور ایسے ایثار نفس ۔ اللہ اللہ کیسی یہ الفت ہے کیسا پیار ہے

ایک دن دو قسم کے کپڑے لئے بازار سے ۔ حیدر کرار نے کیا آپ کا ایثار ہے

آپ نے مجھ سے جو کیا تھا سوال
دے رہے ہیں یہ سب جواب اُس کا

ہے غریبوں کی کیا بُری حالت
منعموں کو ہے اُس کی کیا پروا

سُن ہی لے گا ذہین کی فریاد
والی اللہ ہے غریبوں کا

اعتماد علی النفس

کیا سمجھ کر تو بھروسا کر رہا ہے اے بشر
ہیچ قائم بالعرض بے بود فانی ہر چیز

ہونیوالی ہیں جدا جو شئے سہارا اُن پہ ہے
گر پڑیگا اُس کے ہٹتے ہی نہیں اُس کی خبر

جب تک پائے نہ کچھ بھی اطمینان اپنے دل میں تو
پھر کہاں صورت تسلی کی تجھے آئے نظر

دوسروں کے ساتھ رہ کر ہمت آئے کس طرح
جب تجھے ہو کُنج تنہائی میں تنہائی کا ڈر

کوئی پھر تجھ کو تباہی سے بچا سکتا نہیں
تیرے دل ہی میں نہ ہو سچی خوشی کا جب اثر

ہائے وہ انسان جس نے دل ہی میں پایا نہیں
جس نے ہمت کو نہ سمجھا مدعا کا راہبر

پا سکیگا وہ نہ ہرگز راحت و امن و اماں
اُس کی یہ خواہش نہ پوری ہوگی ہرگز عمر بھر

کوئی ڈھونڈے اپنی راحت اور اطمینان دل
ضائع و برباد ہونیوالی چیزوں میں اگر

سمجھو اُس نے کی بڑی غلطی کہ راحت تھی کہیں
تھا بہت کچھ عیش کا سامان بھی پیش نظر

اس پہ بھی راحت سے راحت اس نے حاصل کی نہیں
اور نہ آسائش کو آسائش نہ سمجھا وہ بشر

اعتماد اپنا ہی کرنے دو ہر اک انسان کو
دوسروں پر اس کو ہرگز کرنے دو نہ ہرگز اعتماد
کرنے دو ہرگز نہ غیروں سے کچھ اسکو التجا
اس کو پا لینے دو اپنے قلب میں امن و اماں

اس کو جینے دو نہ ہرگز خارجی امید پر
ہاں دلاؤ کچھ نہ امید اس کو بکسن جان کر
اس کو کرنے دو بھروسا اپنی ذات پر
ڈھونڈ لینے دو اسے دل ہی میں ربانی اثر

دوسروں کے رحم کو اپنا بنائے جو ملاذ
یہ خیال خام ہے اس کا نہیں انجام نیک
وہ ہمیشہ غیر کا ڈھونڈا کریگا آسرا

جو بھروسا کر کے بیٹھے خارجی اسباب پر
وہ رہیگا مبتلا ناکامیوں میں عمر بھر
اور پھر مقصد سے اپنے وہ نہ ہوگا بہرور

اپنی راحت کی جو غیروں سے نہ رکھیگا امید
وہ کریگا اپنے دل میں اپنی راحت کی تلاش
زندگی بھر وہ رہیگا مستقل و مطمئن۔
وہ تباہی کا نہ یکدم ہونے پائیگا شکار
کیونکہ اسکو ہو چکا ہے چشمۂ راحت کا علم
اپنے مقصد کا ہی سارا حال اس پر آئینہ
جو سمجھتا ہے کہ ہے سعی بزرگان ہی مفید
یہ سمجھ لو استقامت اس میں روحانی نہیں
ہے خیالات پریشاں میں اسیر اسکا دماغ
وہ بہا جاتا ہے بحر وہم میں لیکن کبھی

فانی اشیاء کی طرف مائل نہ ہوگا وہ بشر
وہ کریگا زندگی اپنی مسرت سے بسر
اور پائیگا وہ اپنی استقامت کا ثمر
پاس تک اس کے نہ چھائیگا کبھی خوف و خطر
اور وہ کیا ہے۔ دل اسکا آئینہ سے صاف تر
شاہد مقصود اس کو دل میں آتا ہے نظر
اُن کے نیک اعمال کا پاونگا میں اچھا ثمر
کو ملا ہے روح کا سا اسکو بھی اعلیٰ گہر
اور ہے قعر توہم اس کے دل کا مستقر
ساحل مقصود آتا ہی نہیں اسکو نظر

اس کی روحانی تباہی ہے بے امنی کیساتھ
ایسے انساں کو ضرورت ہوگی وہ یہ سوچ لے
اپنا انسانی شرف وہ رکھ سکے قائم مدام
چاہئے انساں کو اپنے دل میں کچھ ڈھونڈے اسے
باہر اسکے ہے تباہی و تغیر آشکار
اندر اطمینان ہے باہر ہے رنج و اضطراب
لائی ہے یہ روح اپنے ساتھ انسانی کمال
یہ مسلم ہے جہاں جس چیز کی جتنی ہو مانگ
ہے جہان جسم میں تیرے مسرت دائمی
ملک ہستی پر اگر اک بار قبضہ ہو گیا
تو فرائض اپنے دے سر انجام کیا غیروں سے کام
تعلق کا ہے نفع - تیری ہے حقیقی بہتری
نفع تجھ کو اور غیروں کو بھی پہنچیگا مدام
قدر کر تجھ کو ملا ہے کس قدر بہتر ضمیر
شکر کر تجھ کو ملا ہے کس قدر عمدہ دماغ
فیصلہ کی تجھ کو قوت دی گئی ہے بہتریں
کام لے اس سے ہی تجھ میں ایک جا ہے اک اختیار
جس قدر ممکن ہو تجھ سے کرلے تو حاصل کمال
ہے جو تیری روح میں اک روشنی اسکو سنبھال

جی نہیں سکتا فراغت سے کبھی ایسا بشر
کیا کرے وہ کام تا کوشش ہو اسکی کارگر
دوسروں کی دستگیری سے بچے وہ عمر بھر
سب کچھ اس میں ہے - مگر وہ ہے اسی شے سے بےخبر
اندر اسکے ہے تیقن - پائداری مستتر
روح کا سا جسم میں اس کے ہے اک روشن گہر
غیر انساں میں نہیں آتا کمال ایسا نظر
آتی ہوتی ہے مہیا وہاں آکے بے خبر
تو پہنچ تو جا وہاں تک ذات پر قبضہ تو کر
پھر تو ہی تو شاہ - ورنہ ہے غلام بے ہنر
لوگ کرتے ہیں اگر غلطی تو فکر اسکی نہ کر
عقل سے تو کر حکومت جسم و جان ملک پر
عاقلانہ ہیں اگر کردار تیرے اے بشر
اس سے لے تو کام اس کی عقل سے تقلید کر
پاک رکھ اس کو خیالات پریشاں سے نہ بھر
تو بڑھا اس کو یہ تیرے کام آئیگا ہنر
اور ارادہ بھی ہے تجھ میں اسکو تو مضبوط کر
ہوگی عزت سیکھتا جا عمر بھر علم و ہنر
روشنی دائم رہے یہ - اس کی ہر دم فکر کر

چھوڑ دنیا کے بکھیڑے۔ ان سے تو ہو جا الگ
کیا حقیقت ہے تیری اسکو سمجھ لے اے بشر

ایک انسان کی طرح سوچ اور کر انسان کا کام
رہ تو انساں کی طرح دنیا میں ہو کر نامور

کر کمال باطنی حاصل کہ ہے انسان تو
اور نیکی کو بنا ہر وقت اپنا راہبر

برکتوں کی روشنی رکھتی ہے راہ مستقیم
چل تو اس پر سامنے تیرے ہے منزل آ کر

تو خدا سے مانگ توفیق اور سیدھی راہ چل
کہنے دے خلق خدا ناداں کہے تجھ کو اگر

تو ہے اپنی ذات کا خود آپ ہی اچھا کفیل
اس لئے اپنی حقیقت پر بھروسا آپ کر

تو نہ رکھے گا جو اپنی ذات پر کچھ اعتماد
آپ میں تجھ کو نہ آئیگی اگر خوبی نظر

تجھ میں صدق و راستی و خیر و ایقاں چاہیئے
پھر کہاں تسکین خاطر کا نشاں او تو کدھر

کر تو اپنا ہی بھروسا ہے اسی میں تیری خیر
خوبیاں سب ذات میں تیری ہیں تو ہے بے خبر

جس کو اپنی ذات پر پورا بھروسا ہو مدام
وہ نہیں باطل پہ چلتا راہ حق کو چھوڑ کر

اس کو لوگوں کی مذمت اور تحسین ایک ہے
اس پر ان دونوں کا مطلق کچھ نہیں ہوتا اثر

وہ خوشامد کو کسی کی بھی نہیں کرتا پسند
راہ حق پر وہ چلا جاتا ہے سیدھی جانکر

تو ہے انساں التجا کرتا ہے پھر انسان سے
کیسی یہ ہمت یہ کیسی عقل ہے اے خیرہ سر

نور باطن سے سنبھالے آپ کو انسان حر د
دے نہ اپنے دل میں نخوت کو جگہ ہرگز بشر

کیونکہ دنیا میں بڑا محتاج ہے نخوت پسند
کوئی محتاج اس سے بڑھکر تو نہیں آتا نظر

یہ غرور انسان کو کرتا ہے برباد و تباہ
عقل ہے تجھ کو تو نخوت سے ہمیشہ کر حذر

سب بشر مغرور کو دیتے ہیں ملامت کا ہدف
وہ حقیقت سے ہوا کرتا ہے اکثر دور تر

دوسروں کی رائے سے ہوتا ہے وہ غمگین و شاد　ہاتھ میں غیروں کے ہے اس کی خوشی المختصر
ہو نہیں سکتا ذرا بھی فیصلہ اس کا صحیح　وہ خوشامد پر چلا کرتا ہے حق کو چھوڑ کر

تول میزان خرد میں حوصلہ کو اپنے تو　ہاتھ میں تیرے ہے خود تیری خوشی اے بے خبر
تجھ کو غیروں کا سہارا کچھ نہ دیگا فائدہ　استقامت سے تو اپنے عزم کی تکمیل کر
ہاں تو معلومات کو اپنی ترقی دے مدام　سیکھنے میں علم کے ہر وقت باندھے رہ کمر
علم کی حد ہی نہیں تو علم کو اپنے بڑھا　علم کے تحصیل کرنے میں تو کوتاہی نہ کر
چھوڑ دے افراط و تفریط اعتدال اچھی ہے چیز　انکسار اچھا ہے اسمیں شر نہیں ہے اے بشر
دیکھ اللہ و عارف کی جہاں کرتا ہے قدر　ہے اگر عقل ان کے نیک اعمال کی تقلید کر
جانتا ہے تو کہ عارف ہیں معزز کس لئے　منکسر ہونے پہ کیوں عزت ہے ان کی بیشتر
سچی عزت کا ہمیشہ ان کو رہتا ہے خیال　ان کو ہوتا ہے بھروسا اک خدا کی ذات پر
یہ سمجھتے ہیں خدا ہے ساتھ تو پروا ہے کیا　اس صداقت سے ہے انکی قدر و عزت استقر

اپنی خوبی چاہتا ہے تو اگر دارین میں　سیکھتا ہی جا تو اہل علم سے علم و ہنر
خاصکر اللہ والوں سے تو ہوگا کامیاب　تجھ کو ممکن ہو جو اُن کے فیض صحبت کا اثر
چھوڑ دینا تو نہ ہرگز طرز خودداری کبھی　استقامت گر نہ ہو تجھ میں تو پہونچیگا ضرر
کام چلنا ہے ترا راہ صداقت پر عزیز　راستہ تجھ کو بتا دیتا ہے تیرا راہبر
اپنی کوشش اپنی ہمت سے تجھے لینا ہے کام　خود اٹھانی ہے تجھے محنت سے محنت سخت تر
جب یہ سب کچھ ہو تو مقصد تک پہنچ جائیگا تو　الغرض اپنی ہی محنت کا تو پائیگا ثمر

ہاں نہ نقالی نمایش کا کبھی گرویدہ ہو | بچ خوشامد سے ہمیشہ ہے یہ راہ پر خطر
کر محبت سب سے لیکن ہو محبت بے غرض | رکھ نہ امید عوض ہمت سے ہے دور تر
سب سے ہمدردی سے پیش آ یہ آدمیت ہے یہی | جس قدر ممکن ہو تجھ سے سب کی تو امداد کر
آسرا لیکن نہ اپنے واسطے غیروں کا ڈھونڈ | جی نہ دم بھر کے لئے غیرونکی تو امید پر
تجھ کو تیرا دل جو اطمینان دے کافی ہے یہ | راستی سے کام کر پروا ملامت کی نہ کر
باطنی تجھ میں صداقت ہو تو پھر کس کا ہے خوف | کیا اندیشہ صداقت ہو اگر پیش نظر
دوسروں کو دے کے دہوکا اپنی تحسین کیلئے | خود بھی دہوکا کھائیگا اسکی نہیں تجھ کو خبر
دیکھ جھوٹے لفظ ثابت ہونگے بے معنی ضرور | راستگو رہ جھوٹے لفظوں سے کسی کو خوش نہ کر
کیوں عبث کھوتا ہے دہوکا دیکے اپنا اعتبار | جھوٹے لفظوں میں نہیں ہوتا صداقت کا اثر
آج دہوکا تو جو دیگا ہوگا ظاہر کل ضرور | ہوگی ذلت تیری اس پر تو ذرا تو غور کر
سن یہ مکاروں کے رہنے کی جگہ ہرگز نہیں | کام کر لیکن صداقت ہو ترے پیش نظر
کام لے خود اعتمادی سے تو اور آزاد رہ | آپ کو افتادگی کی قید سے آزاد کر
بد بلا ہے کبر خودداری مگر اچھی ہے چیز | کبر میں ذلت ہے خودداری میں عزت بیشتر
پاس کر عزت کا انسانی شرف کا رکھ لحاظ | پھر با اطمینان دل چل راہ استقلال پر
زندگی اپنی بسر کر اپنے اطمینان سے | ساتھ ہمت ہو تو کیا ہے یاس حرمان کا خطر
برکتیں ہیں تیرے جسم و جاں میں بجلہ و تما | بہرہ اندوز ان سے ہو ان کی حقیقت قدر کر
کام لے ہمت سے انساں دیکھ پھر ہوتا ہے کیا | کام کر کے کر بھروسہ تو خدا کی ذات پر

رکھ کمالا نظر الٰہی [illegible] کا تہ لے ذہن
جیمس ایلین کے یہ ہیں اقوال زریں قدر کر

مردم شناسی

قناعت سے جہاں میں ہے عزیز و عزت انساں
ہوشمندی ہے وجہ انفعال و ذلت انساں

نکوکاری سے نیک اشخاص ہیں تحسین کے قابل
وگرنہ ہیں سزاوار ملامت حضرت انساں

مٹا سکتا نہیں تقدیر کے لکھے کو کوشش سے
ملی ہے اس کو قدرت بھی تو یہ ہے قدرت انساں

نہیں رہتا وقار اصلا مزاح و ہزل گوئی میں
کہ علم و بردباری سے ہے شان و شوکت انساں

سنا تو یہ سنا دنیا میں دیکھا تو یہی دیکھا
سبب ادبار کا ہوتا ہے کبر و نخوت انساں

جو استقلال ہو تو کام اکثر بنتے جاتے ہیں
کبھی ہونے نہ پائے پست عزم و ہمت انساں

رفاہ خلق کے ہیں کام مدح و وصف کے قابل
ملال انگیز ہے انجام عیش و عشرت انساں

وہی ہے آدمی انساں جو عالم بھی ہو عامل بھی
فضیلت ہے عمل سے علم سے ہے زینت انساں

کرے کسب کمال اپنا تو عزت اسکی ہوتی ہے
فقط انسان ہونے سے نہیں ہے عزت انساں

بدی کرنی کسی کے ساتھ آفت مول لینا ہے
کرے ہر اک سے نیکی ہے اسی میں راحت انساں

چھپا رہتا نہیں دل میں بشر کے خبث باطن کا
ظہور فعل سے ہوتی ہے ظاہر نیت انساں

نہیں ہے جس میں ہمدردی انہیں انسان کیوں کہیے
مصیبت میں کیا کرتا ہے انساں خدمت انساں

نہیں اچھی نہیں رغبت برے افعال کی بیجا
بری پڑ جائے تو چھٹتی نہیں پھر عادت انساں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنتے تھے لامکاں ہے یارب مکان تیرا
ڈھونڈا جو اپنے دل میں پایا نشان تیرا

ہو گبر یا ہو ترسا ہو شیخ یا برہمن
سب کا ملاذ و مامن ہے آستان تیرا

دیر و حرم کو سمجھوں کیوں کر جدا جدا میں
یہ بھی مکان تیرا وہ بھی مکان تیرا

ہم سن کے نحن اقرب جویا ہیں تیرے یارب
پایا نشاں تجھی سے او بے نشان تیرا

ہو ٹھہر بس یہ تیرا اس کا کہاں ٹھکانا
ساری زمین تیری سارا جہان تیرا

ہم سے خطا و عصیاں تجھ سے عطا و احساں
کیسا کرم ہے ہم پر اے مہربان تیرا

تو صانع جہاں ہے قدرت تری عیاں ہے
ہر صنعت اک نشاں ہے او بے نشان تیرا

یہ چاہتا ہے یارب تجھ سے ذہین عاصی
ہو سر میں تیرا سودا ہو دل میں دھیان تیرا

ہم نے نحن اقرب سے پا لیا نشان تیرا
دل کے رہتے کیوں ہوتا لامکاں مکان تیرا

جان و دل فدا تجھ پہ ہم نے گر کیا تو کیسا
جان بھی بالیقیں تیری دل بھی بیگماں تیرا

ہیہات بیدل کی بے سبب نہیں فریاد
بوئے بوستاں تیری رنگ گلستاں تیرا

خالق سما و ارض کون ہے؟ تو ہی تو ہے
کس کی زمیں تیری۔ کس کا آسمان تیرا

دیر میں ترا چرچا کعبہ میں بھی تیری دھوم
ایک تو ہے اور جلوہ ہے کہاں کہاں تیرا

مثل مہر تاباں ہے تو اگرچہ پنہاں ہے
ذرہ ذرہ دیتا ہے بے نشاں نشان تیرا

تیری ہی یہ حکمت ہے ورنہ کس کی قدرت ہے
مشت استخواں انساں اور رازداں تیرا

ہے ذہین لے دا در تیرا بندہ کمتر
جان سے فدا تجھ پہ دل سے مدح خوان تیرا

نہ ہو ہمت تو مشکل کام آساں ہو نہیں سکتا
نہ ہو دن اور نکلے مہر تاباں ہو نہیں سکتا

کسی دل میں محبت ہو نہ پنہاں ہو نہیں سکتا
کہ خالی شیر شرزہ سے نیستاں ہو نہیں سکتا

نہ ہو جس میں کچھ انسانیت انساں ہو نہیں سکتا
نہ ہوں گل جس میں وہ خطہ گلستاں ہو نہیں سکتا

درشتی جس کی خو ہو اس سے کیا امید نرمی کی
ہوں باہم جمع آب و نار سوزاں ہو نہیں سکتا

ہوا کامل تو کیا یہ چاندنی بس چار دن کی ہے
بری تو نقص سے اے ماہ تاباں ہو نہیں سکتا

بدی کے دام سے جو بچ کے نکلے ہے وہی دانا
مگر نیکی کا تجھ کو علم ناداں ہو نہیں سکتا

نہیں پردہ شرارہ جو رہے پتھر میں پوشیدہ
محبت راز ایسا ہے کہ پنہاں ہو نہیں سکتا

لباس عاریت سے ہو نہیں سکتا شرف حاصل
پہن لے دیو اگر خاتم سلیماں ہو نہیں سکتا

ہو دل سوز محبت ہو نہ دل میں کب یہ ممکن ہے
ہو پروانہ نہ ہو شمع شبستاں ہو نہیں سکتا

نکلتا ہے وہی تو ظرف سے جو اس میں ہوتا ہے
رذیلوں سے شرافت ہو نمایاں ہو نہیں سکتا

نہ ہو مایوس رحمت میں خدا کے فضل و رحمت سے
نہیں ہے درد کوئی جس کا درماں ہو نہیں سکتا

ہزاروں ہی میں ہووے ایک آدمی فرزانہ سمجھیں
ہر اک انساں ہو لقمان دوراں ہو نہیں سکتا

جو وحشت ہو تو وہ منزل گلستاں ہو نہیں سکتی
جو فرحت ہو تو وہ منظر بیاباں ہو نہیں سکتا

یہ کہہ سکتا نہیں یوسف کی عفت ہی جو واقف ہے
کہ ہرگز چاک دامان پاکداماں ہو نہیں سکتا

مصیبت گر نہ ہوتی عافیت کی قدر کیا ہوتی
کبھی ویرانہ ہمرنگ گلستاں ہو نہیں سکتا

خردمند آسیائے چرخ واژوں سے ہی سرگرداں
ہو دانا اور نہ پیسے خرچ گرداں ہو نہیں سکتا

دل روشن پہ چھا سکتا نہیں بادل کدورت کا
اڑاؤ خاک تو خورشید پنہاں ہو نہیں سکتا

جو ہو جاہل تو اس کی زندگی ہے موت سے بدتر
مفید اس کے لئے ہو آب حیواں ہو نہیں سکتا

نہ ہو جس میں شرافت شر و آفت کا وہ مصدر ہے
بشر ہے شر نہ ہو تو فضل یزداں ہو نہیں سکتا

زمانہ اے ذہین کب ناقصوں کی قدر کرتا ہے
نہ ہو علم و عمل کامل وہ انساں ہو نہیں سکتا

حرماں و یاس کھٹکے اگر خار کی طرح
سرکش نہ ہو کہ شیوۂ آتش ہے سرکشی
ہے تندرستی اے متوکل تو کام کر
تیری سرشت خاک ہے بن جا تو خاکسار
بن جا فرشتہ خیر ہمیشہ کر اے بشر
ہو جا نہ مست بادۂ پندار ہوشیار
ہوتا ہے نیک نام عدالت سے آدمی
قائم رہیگا دائرۂ اعتدال میں
کر یاد حق کہ دل کو تسلی نصیب ہو
دن رات میں ہے فرق زمین آسماں کا
ہو ایک دل میں مہر و عداوت محال ہے
تمکین سے اسی کی بسر ہوگی زندگی
گل کی طرح ہنستے ہوئے زر لٹائیے
جو چاہو مول لو ہے یہاں جنس خیر و شر
جب تک رہے نیام دہن میں ملیگا امن
سختی کو چھوڑ دو اور کرو نرمی اختیار
خنداں ہمیشہ خلق سے وہ مثل گل ذہین

دل کس طرح شگفتہ ہو گلزار کی طرح
ہو سرنگوں نہال ثمردار کی طرح
خلوت گزیں ہے کس طرح بیمار کی طرح
جھک جا اگر اصیل ہے تلوار کی طرح
شیطان بن کے شر نہ کر اشرار کی طرح
اس نشہ سے نہ خوار ہو میخوار کی طرح
بدتر نہیں ہے کوئی ستمگار کی طرح
ثابت رہے جو نقطۂ پرکار کی طرح
آشفتہ حال کیوں ہے گنہگار کی طرح
غافل کا فعل ہوگا نہ ہوشیار کی طرح
ممکن نہیں کہ یار ہو اغیار کی طرح
ثابت قدم ہو جو کوئی کہسار کی طرح
رو کر نہ دیجئے ابر گہربار کی طرح
آراستہ جہاں ہے بازار کی طرح
ہے یہ زبان خنجر خونخوار کی طرح
زحمت نہیں ہے سہل ہے دشوار کی طرح
آنکھوں میں خلق کی نہ کھٹک خار کی طرح

صدا آتی ہے گوش ہوش میں گور غریباں سے
کوئی پوچھے تو جا کر قیصر و فغفور و خاقاں سے

نہیں پھولا سماتا باغباں تو موسم گل پر
تجھے کنج لحد میں چین سے کیا نیند آئیگی

گمان بد کا دھبا پاکدامن پہ نہیں لگتا
تعجب ہے کہ تلخ زر پہنکر جلتی رہتی ہے

یہ وہ مشکل نہیں کوشش سے جو آسان ہو جائے
قلق کا جب عالم ہے تو اطمینان کیا ہوگا

پریشانی میں جمعی میسر ہو نہیں سکتی
وہ دنیا کیا اگر دیتے ہوئے کوئی مکدر ہو

گرایا بھائیوں نے چاہ میں یوسف سے بھائی کو
تعجب ہے کہ انساں ہوکے تم حیواں سے بزدل ہو

لباس عاریت سے ہو نہیں سکتا شرف حاصل
بہت دشوار ہے دل کو کسی کے ہاتھ میں لینا

دھرے بیٹھے ہو کیوں تم ہاتھ پر ہاتھ اس کیا ہوگا
کرو عاقل سے الفت ہوگی حاصل عزت و حرمت

گنہ کرتا ہے صدہا خوف کچھ تجھ کو نہیں ہوتا
کرو صبر و تحمل رنج ہی کے بعد راحت ہے

ذہین اپنا رہی ہے گفتگو میں سقدر سختی

لحد کی فکر کر یہ دیر یا ہے کاخ دالیواں سے
یہ کیسی ہو گئی دلبستگی شہر خموشاں سے

خزاں میں خار تیرے ہاتھ آئینگے گلستاں سے
کہ ویرانہ سے گھبراہٹ ہی وحشت ہو بیاباں سے

عبث ہے جا گدائی کو شکوہ ماہ کنعاں سے
ضرر زر سے ہے کیا پوچھے کوئی شمع شبستاں سے

بری عادت جو پڑ جائے تو کب چھٹتی ہے انساں سے
کہ دل ہے درد سے مجبور عاجز درد درماں سے

دل افسردہ جو ہو تو کیا شگفتہ ہو گلستاں سے
کہ جو ہنستا ہوا دے وہ ہے اچھا ابر گریاں سے

کرے اب کوئی کیا امید ہمدردی اخواں سے
کرو ہمت تو بن سکتے ہو سہراب و نریماں سے

بڑھا کب پاکے خاتم دیو کا رتبہ سلیماں سے
یہ کیا مشکل ہے کوئی لعل اگر لائے بدخشاں سے

بھلا سوچو تو ہاتھ آتا ہی کیا ہے پاس حرماں سے
سوا ذلت کے حاصل کچھ نہیں یاری ناداں سے

کہ آدم کو نکالا اک خطا نے باغ رضواں سے
عزیز مصر یوسف نکلے چھوٹے جو زنداں سے

نکالے ہے کام تم لیتے ہو یا شمشیر براں سے

کر ظلم نہ اے انساں دیکھ اسمیں برائی ہے
کچھ سوچ ارے ناداں کیا جی میں سمائی ہے

ہر حال میں حق کہنا راضی برضا رہنا
آفت جو پڑے سہنا ان سب میں بھلائی ہے

دنیا یہ ہے غول راہ کیوں ہے تجھے اسکی چاہ
ہے سامنے تیرے چاہ آگے تہ کھائی ہے

جس میں نہ ہو کچھ کینہ وہ قلب ہے آئینہ
اخلاق کا گنجینہ سینہ کی صفائی ہے

بن ہوگا گلستاں کل اڑ جائیگا رنگِ گل
دو دن کے لئے بلبل کیوں نغمہ سرائی ہے

تو عیش کا ہے پابند ہے عیش جہاں تا چند
املاک و زن و فرزنداں سب سے جدائی ہے

لالچ نے لیا ہے موہ اب خیر کی ہو کیوں ٹوہ
کیوں غم کا نہ ہو انبوہ شامت تری آئی ہے

شر میں ہے بڑی آفت ہے خیر ہی میں راحت
ہو سب سے ذہن الفت یہ دل کی صفائی ہے

کام لیتا ہے جو ہمت سے وہ ناکام نہیں
جان دیتا ہے جو نیکی پہ وہ بدنام نہیں

جس کی خو میں نہیں سختی نہیں تکلیف اسے
جس کے دل میں نہیں نرمی اسے آرام نہیں

نیک کا نام نہ ہو نیک یہ کب ممکن ہے
بد کہے گا نہ اسے کوئی جو بدنام نہیں

حیف ہے وہ ہو بشر جس کی طبیعت میں ہو شر
خیر فطرت میں ہو جس کی وہ دد و دام نہیں

رنج ذلت نہیں جس کو نہیں اس کی عزت
قدر رحمت نہیں جس کو اسے آرام نہیں

تلخ ہے غصہ مگر شوق سے پی جاتے ہیں
غیظ میں اپنی زبان تشنۂ دشنام نہیں

مے مقصود کی مستی پہ جو پیتا ہے شراب
بس ہے چلو ہی نہ کر فکر اگر جام نہیں

میان ہی میں رہے خنجر خونخوار مدام
نہیں قابو میں زباں اپنی تو آرام نہیں

ہے زمانہ میں ہر اک اوج کو پستی لازم
کونسی ہے وہ سحر جس کے لئے شام نہیں

حرص کے دام میں نہ آ اے دلِ دانا ہرگز
یہ سمجھ لے کہ جہاں دانہ نہیں دام نہیں

نامور ہوتے ہیں جو کام کیا کرتے ہیں
نفس امارہ اک آفت ہے نہیں مارے کم
غنیمت سب ہو چکے ہستی کی بڑی شہرت تھی
عشرت دہر کہانی ہے کہ سنتے رہئے
کیا یہ دنیا کے مزے تلخ نہ ہو جائیں گے
گیہوں کھانے کی توقع ہے تمہیں جو بو کر
یہ سمجھ کیسی ہے اوروں کو تو لازم ٹھہرائیں
ہمت و عقل سے ہو جاتی ہے مشکل آساں

کام کرتے نہیں جن کو ہوس نام نہیں
یہ اگر رام نہیں ہے تو پھر آرام نہیں
اب نہ زیبان نہیں سہراب نہیں سام نہیں
رہ گیا ذکر ہی جمشید نہیں جیلم نہیں
کیا کسی صبح مسرت کیلئے شام نہیں
اور پھر کیا ہے اگر یہ ہوس خام نہیں
سمجھیں اپنی ہی خطا موسد الزام نہیں
جاننے سہل کہ دشوار کوئی کام نہیں

وقت پیری نہ کر اعمال میں تاخیر ذہین
زندگی صبح اگر ہے تو سمجھ شام نہیں

ہم جائے وہ ... جا کر کہاں رہے
غم شیر ہو شام میں جب تک اماں رہے
وہ زندگی جہاں کہیں رہا ایک سا نہ حال
ہے یہ مثل کہ جان اگر ہے تو ہے جہاں
افسوس ہے کہ جا کے نہ آئے کبھی شباب
کھولی زباں تو خون ہی مینا کا بہ گیا
اسکندر اب رہا نہ جم ہے نہ آئینہ ہے نہ جام
زخم سناں سے زخم لساں ہے بڑھا ہوا
بیکس نواز تیرے سوا اور کون ہے

ہیں آفتیں جہاں کی انساں جہاں رہے
قابو میں چاہئے کہ ہمیشہ زباں رہے
غمگین کبھی رہے تو کبھی شادماں رہے
کیوں غم جہاں کا باعث آزار جاں رہے
کچھ دن بہار باغ میں کچھ دن خزاں رہے
اچھا رہے جو بزم میں پنبہ دہاں رہے
تا ہی رہے جہاں میں نہ اس کے نشاں رہے
قابو میں وقت غیظ بشر کی زباں رہے
اللہ بس ہے تو ہی اگر مہرباں رہے

سنتے ہیں داستاں کی طرح یادِ رفتگاں
دنیا میں ایسے لوگ ذہین اب کہاں رہے

بھروسا دم کا اے انساں کیا ہے
کہ تو پانی کا گویا بلبلا ہے

ہوس سے کیوں پریشاں ہو رہا ہے
ہو وہ بھی تو جینے کا مزا ہے

خدائی کارخانہ سب ترا ہے
تو اپنی شان دیکھ انسان کیا ہے

الٰہی کس طرح دل مطمئن ہو
طبیعت مائل جرم و خطا ہے

مروت ہی نہ ہو تو آنکھ وہ کیا
محبت ہی نہ ہو تو دل وہ کیا ہے

کرو گے کل کو کیا کل ہے قیامت
نہ رکھو کل پہ جو کام آج کا ہے

تڑپ جاتے ہیں سنگیں دل بھی سنکر
شکستِ دل کی بھی کیسی صدا ہے

اگر اللہ دے توفیق نیکی
دل اپنا ہی بس اپنا رہنما ہے

تری سب مشکلیں آساں ہونگی
جو پہلو میں دل صبر آزما ہے

ہوائے نفس سے اللہ بچائے
ارے برباد اسی نے کر دیا ہے

ارے غافل۔ یہ کھیتی آخرت کی
بری دنیا نہیں تو خود برا ہے

نہیں ہے زندگی کا کچھ بھروسا
بشر کیوں غافل اتنا ہو رہا ہے

خوشی سے کاٹ دے عمر دو روزہ
غم دنیا میں تو کیوں مبتلا ہے

گیا جو وقت آسکتا نہیں پھر
عبث کیوں عمر ضائع کر رہا ہے

ذہین خاطی و عاصی کو یارب
ترے رحم و کرم کا آسرا ہے

کوتاہ ہیں عبث یہ تری حرص و آز ہے
کب رشتہ حیات کسی کا دراز ہے

بینا نہ ہو جو دل تو حقیقت مجاز ہے — ورنہ مجاز میں بھی حقیقت کا راز ہے

اس گلشن جہاں کی دو رنگی کو دیکھ کر — حیرت سے آنکھ نرگس شہلا کی باز ہے

ہوتی ہے وہ خمیدہ جو تلوار ہو اصیل — سر کو وہی جھکاتا ہے جو سرفراز ہے

تو دیر کر رہا ہے عبادت کے واسطے — لے بے خبر یہ عمر رواں جلد باز ہے

ہر قلب میں ہے سر حقیقت چھپا ہوا — ہر غنچہ باغ دہر کا سربستہ راز ہے

دنیا کے غم سے موت ہی دیگی ہمیں نجات — تا زندگی ہی شمع کو سوز و گداز ہے

الفت جو ہو گئی تو کہاں مرتبہ کی قید — محمود ہے نہ شاہ نہ بندہ ایاز ہے

وقت آئے جب تو پھر نہیں مشکل ترا شکار — کنجشک تو ہے اور اجل شاہ باز ہے

طاعت بفکر کرے تو اسی کی ہو اس میں خیر — سب ہیں نیاز مند خدا بے نیاز ہے

کچھ کام کر کے صبر و توکل کر اختیار — تو کارکن ہے اور خدا کارساز ہے

کر بندگی خدا کی تو اے بندۂ خدا — وہ عاجزی پسند ہے عاجز نواز ہے

بندہ ترا ہے عاصی و خاطی ہے یہ ذہین
اللہ تو غفور ہے بندہ نواز ہے

غافل ہو کیوں عزیزو ہشیار ہو خدارا — لہو و لعب میں اپنا کھو دو نہ وقت سارا

خود کامیوں کے بندے کیوں ایسے بن گئے ہم — خود غرضیوں کے دھندے چھوڑو کہیں خدارا

شرم و حیا نہیں ہے آنکھیں ہیں یا ہیں ڈھیلے — مہر و وفا نہیں ہے دل ہے کہ سنگ خارا

حال سکندر اب تو آئینہ ہے عزیزو — دارائی اب کہاں ہے زیر زمیں ہے دارا

دو گز زمیں ہی میں سونا ہے تا قیامت — ایوان و بوستاں کا دلکش ہے گو نظارا

قہر و غضب کرو تو اپنا بھی غیر ہوگا — بیگانہ ہوگا اپنا گر تم کرو مدارا

دشمن کہاں بغل میں، یہ مار آستیں تھا ۔ اچھا کیا کہ نفس سرکش کو تم نے مارا
اخفا کی سعی اب کیوں کرتا ہے ہو کے ہشیار ۔ مستی میں کہہ دیا ہے تو نے تو بھید سارا
آسودگی میں جو تجھے یار و امیں سمجھا ۔ افسوس وقت پڑ میں کرنے لگے کنارا
عارف کی شان دیکھو ظاہر ہے حال سب کا ۔ سب کبر کے ہیں دشمن ہے عجز سب کو پیارا

اک روز عیش شیریں ہوگا ذہینؔ حاصل
تلخی کو رنج و غم کی کر لیجیے گوارا

یہ کیسی عقل کہ نفع و ضرر نہیں معلوم ۔ بشر ہوا اور تمہیں خیر و شر نہیں معلوم
نہیں ہے عزم کہ نہیں عقل عاقبت اندیش ۔ ہیں آج شاد کہ کل کی خبر نہیں معلوم
نہیں توقع راحت اشعار ہے ہیں زیاں ۔ وطن میں شاد ہیں سود سفر نہیں معلوم
محال ہے کہ ہو جاہل کو قدر علم و ہنر ۔ کہ اس کو قیمت لعل و گہر نہیں معلوم
خبر ہے تجھ کو کہ راحت کے بعد ہے تکلیف ۔ مگر دورنگیٔ شام و سحر نہیں معلوم
تم آپ اپنا جلاتے ہو گھر نہیں احساس ۔ تمہارے دل میں شرر ہے کہ گھر نہیں معلوم
ہے شب کو بستر گل پر کہ گل پہ شبنم تو ۔ طلوع شمس ہے وقت سحر نہیں معلوم

ذہینؔ علم سے ہوتی ہے نیک و بد کی تمیز
کریں گے خیر وہ کیا جن کو شر نہیں معلوم

وقت غضب کلام میں لطف بیاں نہیں ۔ یوں چپ ہے جیسے منہ ہی میں گویا زباں نہیں
قانع تجھے اگر ہوس این و آں نہیں ۔ ہے سود کی امید کہ بیم زیاں نہیں
دیکھو جہاں عروج تو سمجھو وہیں زوال ۔ وہ کونسی بہار ہے جس کو خزاں نہیں
نرمی اگر زباں میں نہیں تو نہیں ہے سود ۔ سختی اگر زباں میں نہیں تو زیاں نہیں

ہے عاجزی پسند ہماری فروتنی
جھک جائے آگے تیر کے یہ وہ کماں نہیں

ٹوٹے نہ بار غم سے کہیں رشتۂ حیات
سمجھو اگر یہ جان نہیں تو جہاں نہیں

اس کی خوشی نہیں کہ نہیں خوف جنگ کا
اس کا نہیں ہے رنج کہ گنج گراں نہیں

دشمن ہو مہرباں بھی تو سمجھو نہ اسکو دوست
ناخوش اگر ہو دوست تو نامہرباں نہیں

چشم خرد سے دیکھو زمین آسمان کو
اس صانع قدیر کی قدرت نہاں نہیں

غصہ کے وقت روک لو اپنی زباں ضرور
تیز اس سے بڑھ کے خنجر و تیر و سناں نہیں

بے مہری زمانہ تو اب عام ہے ذہین
کس سے امید مہر ہو جب مہرباں نہیں

دلوں میں راہ تو کر رشتۂ گہر کی طرح
ملیگی دیدۂ مردم میں جا نظر کی طرح

رہیگا باغ جہاں میں نہ گل نہ رنگ نہ بو
رہیگی شئے نہ کوئی نخل بارور کی طرح

کبھی نہ تیغ حوادث سے ڈر بھلائی کر
کہ آڑے آئیگی نیکی تری سپر کی طرح

نہ ہونگے مندمل ایسے وہ ہونگے کاری زخم
چبھے گی نوک زباں کی جو نیشتر کی طرح

تو نمایہ دار اگر ہے تو سرنگوں ہو جا
شعار اپنا بنا نخل بارور کی طرح

بشر نہ شر کے لئے ہے نہ شر بشر کے لئے
نہ ہو جہان میں بدنام لفظ شر کی طرح

پہنچ سکے گا تری ذات سے جہاں کو فیض
ہو تجھ میں نور صداقت اگر سحر کی طرح

ضرر ہو اس سے تو ہو نفع اس سے صد افسوس
بشر ہوا اور نہ ہو نخل بارور کی طرح

کرو گے قدر سنو گے جو قصۂ یعقوب
نہیں شفیق پسر پہ کوئی پدر کی طرح

بنو سحاب کرم بحر جود کان عطا
ہر اک کو فائدہ پہنچاؤ بحر و بر کی طرح

عزیز بن کے رہو چار دانگ عالم میں
زمرد و گہر و لعل و سیم و زر کی طرح

ذہین ہے درِ حق سب کا کعبۂ مقصود
پڑے رہو تم اسی در پہ سنگِ در کی طرح

دل کو آئینہ بنا رشکِ سکندر ہو جا
کر دے ہستی کو فنا مثلِ ابوذر ہو جا

جانتا ہے کہ فرشتوں نے کیا سجدہ کسے
آدمی ہے تو ملک سے کہیں بہتر ہو جا

حرص محتاج ہی رکھے گی ہمیشہ تجھ کو
مانگ لے گنجِ قناعت سے تونگر ہو جا

تیرے ہی واسطے ہیں نقرہ و زر لعل و گہر
اے عزیز ان کے لئے تو نہ محقر ہو جا

شر ہے شیطاں کیلئے خیر ہے انساں کیلئے
خیر اسی میں ہے تری بندۂ بے شر ہو جا

دیکھ کس طرح پہنچ جاتی ہے تا بابِ قبول
اک ذرا وقتِ دعا عاجز و مضطر ہو جا

غم ہی تیرا ہے انیس اس کو ہمیشہ رکھ یاد
دیکھ کر محفلِ عشرت کو مکدر ہو جا

ثروت و جاہ میں ہے عجز و تواضع مشکل
نفس کہتا ہے کہ فرعون کا ہمسر ہو جا

خار کی طرح نہ آنکھوں میں کھٹک خواری سے
خُلق سے خَلق کی نظروں میں گلِ تر ہو جا

ہے مقاصد کے بر آنے کی تمنا جو ذہین
پہلے ثابت قدم آزادی و حق پر ہو جا

وہی نظارۂ رنگینیٔ بہار کرے
جو مثلِ لالہ کے دل اپنا داغدار کرے

کہیں نہ تجھ کو یہ تا دل ذلیل و خوار کرے
نہ مان دل کا کہا منتیں ہزار کرے

نہیں وہ خصم جو ایذائیں بار بار نہ دے
نہیں وہ دوست جو احساں نہ بار بار کرے

خلوص یہ ہے نصیحت کرے تو خلوت میں
نہیں وہ دوست جو غیروں میں شرمسار کرے

طمع ہے جس کو تونگر بھی ہے تو مفلس ہے
غنی وہی ہے قناعت جو اختیار کرے

ہے انفعال سبب قول و فعل ناداں کا — تحمل نہ جس سے ہو وہ کام ہوشیار کرے
جہاں خوشی ہے وہاں ہے غم و الم بھی ضرور — جہاں میں کوئی خوشی کا نہ اعتبار کرے
اگر کسی کی طبیعت ہو صبر سے مایوس — پھر آرزو نہ کوئی اس کو بیقرار کرے
خوشی کے دم میں نہ آ دام سے نہ رنج کے ڈر — نہ غم کرائے دل دانا جو غم شکار کرے

نہیں ہے جب کوئی ہمراز ہے سکوت اولیٰ
ذہین کیوں کوئی راز اپنا آشکار کرے

چند روز اے بلبل — رونق گلستاں ہے — موسم بہار گل — چار دن کا مہماں ہے
چمن میں یہ تھا گلزار — اب وہاں لگے ہیں خار — شب کو تھا جہاں دربار — دن کو ہو کا میداں ہے
گر نہیں ہے اب وہ سام — گور ہے نہ ہے بہرام — جم کہاں ہے وہ جام — ساز وہ نہ ساماں ہے
یہ عجب ہوئی افتاد — بیستوں نہ ہے فرہاد — ہے ارم نہ ہے شداد — قصر ہے نہ ایواں ہے
عدل وہ نہ وہ کسرے — حاتم اور نہ بذل اس کا — شہ نہیں سکندر سا — آئینہ بھی حیراں ہے
فہم ہے وہ نہ افلاطوں — کاغ وہ نہ افریدوں — گنج ہے نہ ہے قاروں — زیر خاک پنہاں ہے
زال ہے نہ وہ جوشن — خود وہ نہ رویں تن — وہ سناں نہ وہ بیژن — سام ہے نہ خفتاں ہے
ہنگیا سرو ساماں — ہے فشاں نہ عز و شاں — در ہے وہ نہ اب درباں — کون کس کا پرساں ہے
بے ثباتی عالم — کیا کہیں کسی سے ہم — تخت ہے نہ ہے خاتم — اور نہ وہ سلیماں ہے
یاں رہا ہمیشہ کون — موسیٰ اور نہ ہے فرعون — اس کے وہ نہ یار و عون — حشمت وہ نہ ہاماں ہے
ہیں نہ آدم و حوا — ہیں نہ یوشع و یحییٰ — ہے عصا نہ ہیں موسیٰ — نوح ہیں نہ طوفاں ہے
اب کہاں ہیں داؤد — وہ خلیل اور وہ نمرود — بود تھے ہوئے نابود — نار ہے نہ بستاں ہے
قیس ہے نہ لیلیٰ ہے — وامق اور نہ عذرا ہے — یاں نہ اب زلیخا ہے — اور نہ ماہ کنعاں ہے

اب کہاں ہے وہ ضحاک — ہر طرف تھی جس کی دھاک — سو رہا ہے زیر خاک — قصر ہے نہ ایواں ہے

اب کہاں ہے وہ سہراب — نیزہ اس کا وہ نایاب — اب کہاں ہے وہ داراب — اب کہاں نریماں ہے

اب کہاں ہیں وہ نامی — سعد و سعدی و جامی — فیض ہے نہ فہامی — خان خانخاناں ہے

اب کہاں ہے وہ سنجر — اب کہاں ہے وہ جعفر — اب کہاں ہے وہ اکبر — اب کہاں وہ ساماں ہے

اب کہاں وہ ہارون ہے — اب کہاں وہ مامون ہے — اب کہاں ہمایوں ہے — قیصر اب نہ خاقاں ہے

ملک ہو گئے تاراج — تخت ہے نہ ہے وہ تاج — کیا تھے کل ہوئے کیا آج — شاہ وہ نہ سلطاں ہے

تیرے سامنے کیا تھا — کیا سے ہو گیا پھر کیا — ہے یہ حال دنیا کا — غافل اب بھی ناداں ہے

اے ذہیں یہ ہے دنیا — تم نے کیا اسے سمجھا
یاں کا دردِسر سودا — یاں کا نفع نقصاں ہے

ہے دعوئے حق بینی اللہ ری بیباکی — جرأت تو کوئی دیکھے اس دیدۂ بینا کی

ہو عجز ترا آئیں اے آدمیٔ خاکی — آئینہ ہے احوالِ نمرودی و ضحاکی

دنیا کے مشاغل میں کب تک یہ عرق ریزی — فکرِ زر و گوہر میں تا کے یہ ہوسناکی

اچھی نہیں خود کامی ہو جائے گی بدنامی — پنہاں نہیں رہنے کی مکاری و چالاکی

مخلوق ملوث ہے عیب اور خطا اُس سے — بے عیب ہے خالق ہی زیبا ہے اُسے پاکی

شہرت کو لگا بٹا دامن پہ لگا دھبا — دنیا میں جنھوں نے کی خونریزی و سفاکی

سینہ ہے کہ مشرق ہے خورشید ہے یا دل ہے — تنویر کوئی دیکھے اس قلبِ مصفا کی

یہ گلشنِ دنیا بھی جنت کا نمونہ ہے — قدرت نظر آتی ہے اللہ تعالےٰ کی

کیا وصفِ اضافی ہو شکلِ ہنرِ ذاتی — اولاد کو حاصل کیا توقیر ہے آبا کی

یہ عقدۂ لاینحل زنہار نہ ہوگا حل — رکھیگی ہمیں بیکل دھن زلفِ چلیپا کی

عقبےٰ کا خیال ان کو ہوتا ہی نہیں کچھ بھی — مشغول ہیں جو دائم تدبیر میں دنیا کی
اک دام یہ دنیا ہے دانہ ہے غمِ دنیا — کھانا ہے غم و غصہ تقدیر میں دانا کی

سینہ میں ذہین اپنے رکھتے ہیں دل بریاں
کیوں قدر نہ ہو ہم کو دلسوزی ایذا کی

کمالِ ذاتِ انسانی تو اے انسان پیدا کر — ملک تیری کریں تعریف ایسی شان پیدا کر
بنا خُلق اپنا نیکو ترکہ شیدا خلق ہو تجھ پر — دلوں کو کھینچ لے اپنی طرف وہ آن پیدا کر
کرے جو امتیازِ نیک و بد وہ آنکھ کر پیدا — جو سن لیتے ہیں اچھی بات کو وہ کان پیدا کر
نبی انسان گزرے ہیں ولی انسان ہوتے ہیں — خدا نے عقل دی انسان کی پہچان پیدا کر
نہ حاصل جاہ و ثروت کر نہ پیدا کر زر و دولت — تری عزت ہو تیرے بعد بھی وہ شان پیدا کر
مبارک زندگی وہ ہے جو نیکی میں گزر جائے — فساد و فتنہ دنیا میں نہ اے نادان پیدا کر
قناعت تیرے دلکو خواہشوں سے پاک کر دیگی — مگر پہلے تو اپنے دل میں اطمینان پیدا کر
نہ ہو مایوس زحمت میں خدا کے فضل و رحمت سے — تری آسان ہونگی مشکلیں اوسان پیدا کر
جہاں ہو ذکر تیرا سب کریں تعریف ہی تیری — جہاں میں نیکنامی ہی کو تا امکان پیدا کر
اگر کچھ ہے تو دنیا ہی میں لطف عیش دنیا ہے — تیرے دارین میں کام آئے وہ سامان پیدا کر

ذہین خستہ دل تجھ سے پریشانی میں کیا ہوگا
تجھے کچھ کام کرنا ہے تو اطمینان پیدا کر

محنت سے نہ اکتاؤ کھیتی یہ ہری ہوگی — ہمت کے نگاڑے پر پہلو میں پری ہوگی
دکھ جس کو سناتے ہو تم اسکی طرف دیکھو — ہمدرد اگر ہوگا آنکھوں میں تری ہوگی
اس عمر میں دنیا کے یہ ناز یہ نخرے ہیں — یہ اپنی جوانی میں کیا سبز پری ہوگی

معیارِ سخن پر ہو معلوم کھرا کھوٹا
کریگی دلوں میں گھر جو بات کھری ہوگی

چھونا نہ کبھی اسکو یہ سے نہیں کژدم ہے
سایہ سے بچو اس کے شیشے میں پری ہوگی

کیوں دل کو دکھاتا ہے انسان کے لئے انساں
اور اس سے زیادہ بھی کیا بے جگری ہوگی

مفلس ہو ذہین اس پر ہے خواہشِ ہمدردی
بے چارہ دبے زر سے کیا چارہ گری ہوگی

یہی سرِّ تمدن ہے خیال اسکا بشر رکھے
کسی کا ہو رہے خود یا کسی کو اپنا کر رکھے

نہ تو کچھ سیم و زر رکھے نہ تو لعل و گہر رکھے
کرے دل میں ہر اک کے گھر بشر ایسا ہنر رکھے

نہ ڈھونڈے پائیگا عیب اور ترغیبِ ہنر ہوگی
بشر اپنی خطاؤں پر اگر ہر دم نظر رکھے

نہ دھوکا دے کسی کو کوئی عزت اپنی گر چاہے
ہو جامہ پارسائی کا تو دل بھی صاف تر رکھے

اسی کا نام طاعت ہے یہی ہے کام بندے کا
زباں پر ورد رکھے نام حق سجدہ میں سر رکھے

طریقِ ایثار کا آساں نہیں مشکل یہ جادہ ہے
قدم رکھے وہی اس میں جو پتھر کا جگر رکھے

زمانہ میں سدا تیغ حوادث چلتی رہتی ہے
قضا سے کیا خطر اسکو رضا کی جو سپر رکھے

جو کوہِ حلم ہوگا کوئی اس کے منہ نہ آئے گا
وہ منہ کی کھائیگا ہر دم جو غصہ ناک پر رکھے

ذہین آتا ہے کوئی کام کب تکلیف و زحمت میں
بشر کو چاہئے خالق کی رحمت پر نظر رکھے

خدا کا شکر رہ حق سے دل نہیں بھٹکا
کہ غیرِ حق کا ہمیشہ لگا رہا کھٹکا

اسی کا نام نکل آئے ہر نفس کے ساتھ
مری زبان کو پڑ جائے کاش یہ چسکا

جو خاک ہونے سے پہلے ہوئے ہیں خاک نہیں
نہ زندگی کی ہے پروا نہ موت کا کھٹکا

کسی طرح بھی ہو دنیا کے کام چلتے رہیں
یہاں کسی کا بھی رہتا نہیں ہے کام اٹکا

عروج پا کے بہت تو نے سر اٹھایا ہے
کہیں قضا کا نہ پڑ جائے ہاتھ پالٹ کا

تباہ کر کے کسی کو بنائے کام اپنا
شریف کا تو نہیں کام ہے یہ نٹ کھٹ کا

گھمنڈ قوتِ بازو پہ تھا جہاں میں جنہیں
انہیں بھی موت نے آخر اٹھا کے دے پٹکا

دو روزہ جاہ و حشم پہ نہ کر غرور اتنا
کہ بس ہے تجھ کو زمانہ کا ایک ہی جھٹکا

اجل کچھ ایسی دبے پاؤں آتی ہے غافل
کہ ہوتا ہی نہیں احساس اس کی آہٹ کا

ہوں اپنے گھر میں مگر خلق کے ہو دل میں گھر
ہمیں بھی کوئی سکھا دے ذہن یہ لٹکا

دنیا ہے کیا سرا ہے — کب ٹھیرنے کی جا ہے
پتلا یہ خاک کا ہے — انساں میں جان کیا ہے
مٹی کے پتلے ہر دم — کیوں خاک چھانتا ہے
دے ساتھ وقتِ بد میں — کون ایسا آشنا ہے
نیکی ہے حق کی رحمت — لیکن بدی بلا ہے
کر ترکِ زر کی خواہش — یہ آفت و بلا ہے
ہونا ہے جو وہ ہوگا — کیوں رنج کر رہا ہے
درد آشنا سے پوچھو — الفت میں لطف کیا ہے
جو کام سب کے آئے — ہادی ہے رہنما ہے
دورنگئی جہاں دیکھ — اک منعم اک گدا ہے
چشمِ کرم بشر سے — ذلت کا سامنا ہے
اس کا دیا ہے روشن — جس شخص نے دیا ہے

عالم سراب کا ہے — رکھا ہی اس میں کیا ہے
دم ایک گزرا ہے — پانی کا بلبلا ہے
ہے جاہ تیرے آگے — دنیا کی چاہ کیا ہے
ہے قابلِ پرستش — جو یار باوفا ہے
دل میں بدی کا آنا — آفت کا سامنا ہے
ہر وقت مال و دولت — تو مفت کھو رہا ہے
ہے عمر تیری کتنی — کیوں غم میں مبتلا ہے
ہے لطف زندگی کا — دل میں اگر وفا ہے
نیکی بدوں سے کرنی — نیکی کا اقتضا ہے
ہے ساتھ عیش کے غم — دنیا میں اور کیا ہے
اللہ سے طلب کر — جو تجھ کو مانگنا ہے
ہے ایک خلق تابع — احسان و خلق کیا ہے

گر دل نہ ہو مکدر جامِ جہاں نما ہے
حالِ سیاہ کاراں عبرت کا آئینہ ہے

بحرِ جہاں میں اس کا کب کوئی آشنا ہے
یارب ذہین کو بس تیرا ہی آسرا ہے

اس سے موافقت کوئی کیا دیکھ کر کرے
کچھ خیر جو بشر نہ کرے اور شر کرے

آنکھوں میں آپکی جو مروّت نہیں تو پھر
کوئی محبت آپ سے کیا دیکھکر کرے

جس کی نظر ہنر ہی کی جانب ہو دوست ہے
دشمن ہے عیب ہی کی طرف جو نظر کرے

ہوتے ہیں بعض وقت محب بھی عدوئے جاں
کیا دوستی کسی سے کوئی بے خطر کرے

رکھو نہ یاد اپنا کسی شخص سے سلوک
بھولو نہ تم پہ کوئی بھی احساں اگر کرے

اس کے لئے ہیں خلد میں لعل و گہر کے قصر
جو خلق کے دلوں میں بھلائی سے گھر کرے

جو دیکھتا ہے نام کو وہ کارداں نہیں
ہے قدرداں وہی جو نظر کام پر کرے

وہ اہل ہی نہیں ہے نہیں جس کو شوقِ علم
نااہل وہ نہیں ہے جو کسبِ ہنر کرے

قارون کا جو حال ہوا جانتے ہیں سب
پھر عقلمند کیوں ہوسِ سیم و زر کرے

آپس ہی میں ہو خواہ نصیحت ہو یا گلہ
وہ دوست کب ہے چار میں سوا اگر کرے

سب کچھ ہے گرم و سرد زمانہ کتاب میں
عاقل وہ ہے جو یہ سفرِ بحر و بر کرے

کاٹے سیاہ کاریوں میں عمر جو بسر
روشن وہ کیا زمانہ میں نامِ پدر کرے

ناداں وہ کب ہے رکھے قناعت کو جو عزیز
دانا وہ کب ہے جو طمع سیم و زر کرے

سمجھو نہ خشک اس کی محبت کو اے ذہین
سنکر تمہارا دکھ جو کوئی چشم تر کرے

زمیں پہ رہ سکے نہ سرکش ہو آسماں کی طرح
جو تیر ہو کے ملے اس سے مل کماں کی طرح

عزیزو کیوں نہ خموشی میں ہو یہ جاں کی طرح
کہ مثلِ حور زباں ہے دہن جناں کی طرح

کھلائے تو نے عجب رنگ کے یہ گل اے یاس
کہ باغِ دل کو تلف کر دیا خزاں کی طرح

نہ ہوگا وہ ہدفِ غم فروتنی سے کبھی
جو آگے تیرِ بلا کے ہو خم کماں کی طرح

نہ پھینکے اس کو کوئی خارِ رہ کی طرح کبھی
پڑا رہے جو کوئی سنگِ آستاں کی طرح

نیام ہی میں یہ تلوار کام کرتی ہے
نہ تیغ ہی ہے نہ خنجر کوئی زباں کی طرح

عزیز جان سے بڑھ کر نہیں ہے کوئی شئے
کسی کے دل میں جگہ کر جسد میں جاں کی طرح

جگر جلاتی ہے یہ کر کے پانی پانی اُسے
کہاں ہے آتشِ تیز آتشِ زباں کی طرح

نہیں توقعِ راحت تو کیا ہو اطمینان
کہ ہم سرائے جہاں میں ہیں مہماں کی طرح

زباں سے کیوں نہ ہو اک فتنہ خیز خونریزی
چلے دہن میں اگر خنجرِ سناں کی طرح

کہاں ہیں اگلے زمانے کے اچھے لوگ ذہین
اب ان کا ذکر ہی سنتے ہیں داستاں کی طرح

اپنی کوشش ہی کو سرچشمۂ عزت سمجھو
اپنی ہمت ہی کو سرمایۂ دولت سمجھو

اپنی عزت کے ہو خواہاں تو کرو غیر کی قدر
کیدلی غیر سے اپنے سے محبت سمجھو

شعبدہ جانو اگر کوئی چلے پانی پر
غصہ پی جائے جو کوئی تو کرامت سمجھو

ہے بدی کیلئے نادانی و بے عقلی و جہل
نیکیوں کے لئے ہے فہم و فراست سمجھو

کینہ و بغض کو سمجھو کہ مصیبت ہے بڑی
الفت و مہر کو سرمایۂ راحت سمجھو

جس میں ہو خُلق تواضع کرو تعظیم اس کی
کبر و نخوت سے ہوا کرتی ہے ذلت سمجھو

سوچو کیوں ظلم سے رسوائے جہاں ہے ضحاک
قدر کسرے کی ہے کیوں کیا ہے عدالت سمجھو

نہ کرے کوئی بدی تم سے تو مانو احساں
تم کسی سے کرو نیکی تو سعادت سمجھو

بے ہنر کرتے ہیں ناکامیٔ قسمت کا گلہ
ہو اگر تم میں ہنر خوبیٔ قسمت سمجھو

اچھی افراط کسی شئے کی نہ تفریط اچھی
اعتدال اچھا ہے کیا اسکی ہے غایت سمجھو

ہمت و سعی کرو ہے حرکت میں برکت
کاہلی کو سبب ذلّت و نکبت سمجھو

ہار و ہمت نہ کبھی پیش جو آئے مشکل
مشکل آسان ہو جس سے وہ ہے ہمّت سمجھو

چین ملتا ہے کہاں فکر و غم دنیا سے
وقت جو گزرے بھلائی میں غنیمت سمجھو

آج کے کام کو کیوں کل پہ اٹھا رکھتے ہو
کل قیامت ہے اگر آج نہ فرصت سمجھو

خلق کے ساتھ ملو خلق سے احسان کرو
یہ عبادت ہے ذہین اسکو عبادت سمجھو

لوگ سب اچھا کہیں جس کو کہاں ایسا بشر
جس بشر میں شر نہ ہو سمجھو اسے اچھا بشر

بندۂ حق کیوں ہے غافل کر خدا کی بندگی
اتنی غفلت حق کی جانب سے نہیں زیبا بشر

ہے بقا حق کو تجھے حق سے ابد تک کام ہے
ہے فنا دنیا کو اک دن کیا ہے یہ دنیا بشر

ہے یہ ظاہر سخت خنجر۔ نرم ہوتی ہے زباں
تو زباں سے لے نہ ہرگز کام خنجر کا بشر

کھانا۔ پینا۔ سونا یہ حیوانِ مطلق کا ہے کام
تو ہے اشرف۔ کام تیرا سب سے ہے اعلیٰ بشر

نفسِ امّارہ بڑا سرکش ہے ہشیار اس سے رہ
دام ہے دنیا کے بیچ تو ہے اگر دانا بشر

منہمک ہے فکرِ دنیا میں ہے دنیا کو فنا
آخرت ہی کی نہیں ہے کچھ تجھے پروا بشر

سیرتِ خیر البشر دیکھے کوئی تاریخ میں
صفحۂ عالم پر ایسا کب نظر آیا بشر

کرتی ہے حرص و ہوس مٹی خراب انسان کی
ہو گیا ہے کس لئے اس کا تجھے چسکا بشر

کون ہے ایسا کہ سب اچھا کہیں جسکو ذہین
نفع جو لوگوں کو پہنچائے وہ ہے اچھا بشر

سودا ہے اگر افسر کا تجھے خود سر نہ ہو وہ سر پیدا کر
آئینہ جو دل کو بنانا ہو آئینِ سکندر پیدا کر

دل صاف تو کرلے کدورت سے پھر دیکھ بہار بینی کے تئیں
اکلیلِ قناعت سر پہ رکھ تو فقر ابوذر پیدا کر

تا داشتر ہے وصفا کہ کیوں تجھکو عزیز ہیں لعل و گہر
تو سب کو آئے عزیز نظر وہ وصف وہ جوہر پیدا کر

کرتا ہے تجھے کیا لے غافل ورد تو کیا کرتا ہے غافل
نخوت کی نہ پی یوں مے غافل ہو فنا کا ساغر پیدا کر

ہو دیکھے تو اچھی ہی چیزوں کو جو سمجھے اچھی ہی باتوں کو
چشمِ بینا وہ حاصل کر وہ قلبِ منور پیدا کر

تعلیم جو کار نیک میں ہو وہ سیم مبارک ہو تجھ کو
مس زر سے ضرر کبھی کا ہو حاصل تو وہ زر پیدا کر

یہ عجب کچھ کام آئیگا نقصان ہی اس سے پائیگا
انسان جبھی کہلائے گا انسان کا جوہر پیدا کر

سن جد و جہد کا عامل بن پھر علم و ہنر میں کامل بن
دریائے علوم میں غوطے لگا مقصود کا گوہر پیدا کر

کیوں ناز ہے وصفِ اضافی پر نادان تجھ کو ہو آج
اپنے کو سنوار فضیلت سے خود ذات میں جوہر پیدا کر

ہوشیار تو یارِ شاطر ہو مونس ہو نہ بارِ خاطر ہو
یا خود تو کسی کا نام ہو یا ہمدم و یاور پیدا کر

کر غور ذہینِ نغمۂ جگر کس طرح سے ہوتی ہے عمر بسر
دارین میں جو کام آئے ترے وہ نام خرد ور پیدا کر

سدا ہے گردشِ لیل و نہار دنیا میں
ہے ایک حال پہ کس کو قرار دنیا میں

ہمیشہ گلشنِ عالم کا ایک رنگ نہیں
کبھی خزاں ہے کبھی ہے بہار دنیا میں

ہے خارِ غم گلِ عیش و طرب کے ساتھ مدام
نہیں ہے کوئی خوشی خوشگوار دنیا میں

کوئی عزیز ہے چشمِ جہاں میں گل کی طرح
ہے کوئی خار کی مانند خوار دنیا میں

گلہ کسی سے نہیں اپنی اپنی قسمت ہے
کوئی گدا ہے کوئی شہریار دنیا میں

ہے فکرِ مال کسی کو کسی کو فکرِ مآل
ہے کوئی مست کوئی ہوشیار دنیا میں

عجیب آب و ہوا ہے جہانِ فانی کی
کوئی ہے شاد کوئی دلفگار دنیا میں

یہی ہے حال تو دلبستگی ہو کیا اس سے ‌ ‌ ‌ خوشی ہے ایک تو غم ہیں ہزار دنیا میں
یہاں ہر ایک خوشی میں تو ساتھ دیتا ہے ‌ ‌ ‌ مگر نہیں ہے کوئی غم گسار دنیا میں
زبان حال سے کہتے ہیں کاخ و قصر و محل ‌ ‌ ‌ کہ کوئی چیز نہیں پائدار دنیا میں
جو کام آئے دو عالم میں ہے یہی اک بات ‌ ‌ ‌ بھلائی سب سے کرو بار بار دنیا میں

نہیں ہیں سعدی و جامی مگر ہے یاد ان کی
ذہین چھوڑ کے جا یادگار دنیا میں

کل شیئ ہالک انسان کیا ہے کچھ نہیں ‌ ‌ ‌ جز فنا ہو جیسے اس میں جان کیا ہے کچھ نہیں
ہر کمالے را زوالے ہست و زیر فلک ‌ ‌ ‌ عمر یہ چند روزہ شان کیا ہے کچھ نہیں
کیوں اٹھا رکھتا ہے کل پر کام جو کرتا ہے آج ‌ ‌ ‌ اعتبار عمر او نادان کیا ہے کچھ نہیں
بے بقا تیری حباب آسا ذرا آنکھیں تو کھول ‌ ‌ ‌ کیا بھروسا جان کا یہ جان کیا ہے کچھ نہیں
پیش آتی ہے وہی جو کچھ کہ پیشانی میں ہے ‌ ‌ ‌ فکر و کوشش یہ تری ہر آن کیا ہے کچھ نہیں
مکر و حیلہ سوچنے میں وقت کٹتا ہے ترا ‌ ‌ ‌ یہ جو صورت ہو تو اطمینان کیا ہے کچھ نہیں
شر طبیعت میں ہے تیری غصہ آفت ہے ترا ‌ ‌ ‌ یہ شرافت تیری اے انسان کیا ہے کچھ نہیں

آنیوالی ہے اجل کر لے تو کچھ نیکی ذہین
ہونیوالا ہے فنا انسان کیا ہے کچھ نہیں

دوست ملتا ہے کہاں دوست کو عنقا سمجھو ہے اگر عقل رسا
ایک بھی دوست جو مل جائے تو یکتا سمجھو۔ یہ ہے معنی وفا
تجربہ ہونے پہ کھل جائیگا سارا احوال۔ نیک یا بد ہیں خصال
سمجھے اچھا جو تمہیں تم اسے اچھا سمجھو۔ دیکھو پھر لطف صفا

لوگ ایسے ہیں بہت جن میں محبت ہی نہیں۔ کچھ مروت ہی نہیں
دس میں دو اک کو محب سب کو تماشا سمجھو۔ ہے اگر فہم و ذکا
نخوت و شر و حسد جس میں نہ ہو وہ ہے بشر۔ بلکہ ہے مثل گہر
جوہر نیک کو تم گوہر یکتا سمجھو۔ دے سمجھ تم کو خدا
نفس امارہ اک آفت ہے اس آفت سے بچو۔ اس مصیبت سے بچو
ہے اگر عقل مصیبت کو خدارا سمجھو۔ دور ہوتا یہ بلا
جان دی عقل دی ایمان تمہیں خالق نے دیا۔ کرو شکر اس کا ادا
بندے کہلاتے ہو جس کے اسے مولا سمجھو۔ بھولو اس کو نہ ذرا
راستی مانع تکلیف و ذلت ہے ذہیں۔ ہے بہ از دُرِ ثمیں
کرو قدر اس کی اسے نعمت عظمےٰ سمجھو۔ دے یہ توفیق خدا

اگر ہے شعر فِ خلق اے بشر پیدا شرافت کر
سنور جائینگے تیرے کام نیکی کر سخاوت کر
خیال سوت کر نخوت نہ کر پاس شرافت کر
مدارا دشمنوں سے کر تناساؤں سے الفت کر
یہی سیر تمدن ہے یہی راز تعاون ہے
خصائل چھوڑ حیواں کے فرشتہ اے بشر بن جا
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و ہدی و قربانی
اگر دارین میں تو عزت و راحت کا خواہاں ہے
شکایت کر نہ ہر گز ہاتھ پر ہاتھ اے بشر ہرگز

عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے تو عبادت کر
پڑے کیسی ہی مشکل ہو گی آساں عزم و ہمت کر
ہمیشہ علم و فن تحصیل کر نیکی میں عجلت کر
احبہ سے محبت کر اعزہ سے مروت کر
جو چھوٹا ہو تو شفقت کر بڑا جو ہو تو عزت کر
توکل کر خدا کا ذکر کر صبر و قناعت کر
جہاں تک تجھ سے ممکن ہو ادا فرض و سنت کر
ادھر مخلوق کی خدمت ادھر خالق کی طاعت کر
تمنا ہے اگر راحت کی تجھ کو سعی و محنت کر

ہدایت کا یہ رستہ ہے یہ عزت کا طریقہ ہے / بدی سے باز رہ ہر وقت نیکی ہی کی عادت کر

ذہینؔ غافل و عاصی بھروسا زندگی کا کیا
بہت کی معصیت اب کچھ دنوں حق کی عبادت کر

جو حق کا طلبگار ہے گمراہ نہیں ہے / باطل کا طرفدار حق آگاہ نہیں ہے
کیا غم ہے اگر کوئی بہی خواہ نہیں ہے / کیا کافی و دانی ہیں اللہ نہیں ہے
دیتی ہے گواہی یہی ہر صنعت عالم / صانع بجز اللہ کے واللہ نہیں ہے
تو بستر گل پر یہ سمجھ گل پہ ہے شبنم / جو شام کو ہے اور سحرگاہ نہیں ہے
دل صاف کر اپنا ہے اگر طالب مولیٰ / مقصود کی اور اس کے سوا راہ نہیں ہے
دود دل مظلوم سے ڈر ظالم سرکش / ہے کوہ ترے سامنے یہ کاہ نہیں ہے
کب باغ جہاں میں نظر آئے گل بیخار / کیا چیز ہے جنت میں جو دلخواہ نہیں ہے
گر سعی تو معلوم ہو قسمت کا تجھے حال / تو بے خبر اس راز سے آگاہ نہیں ہے
در چھوڑ کے اللہ ترا کوئی کہاں جائے / اور اس کے سوا تو کوئی درگاہ نہیں ہے
تو اپنے محبوں کو ڈبو دیتی ہے دنیا / پھر کیا ہے تری چاہ اگر چاہ نہیں ہے
چھپ چھپ کے گنہ کرتے ہیں مخلوق کے ڈر سے / حق ہی سے نہیں شرم و حیا آہ نہیں ہے

کیا سوچ کے کرتے ہو ذہینؔ الفت دنیا
افسوس کسی کی یہ بہی خواہ نہیں ہے

لطف فرقت میں وہ آتا ہے کہ قربت میں نہیں / امن عزلت میں وہ ملتا ہے کہ صحبت میں نہیں
سو سے الفت کرو اور دس سے عداوت نہ کرو / غم محبت میں نہیں عیش عداوت میں نہیں
سینہ آئینہ وہی ہے نہ ہو جس میں کینہ / دیکھیں کیا خاک کہ جز خاک کدورت میں نہیں

آشنا ہیں تو ہیں راحت کے زمانہ میں بہت
کوئی غمخوار نہیں ہے تو مصیبت میں نہیں

سمجھو تدبیر سے تقدیر کا ہوتا ہے ظہور
نہ بنے بات جو کوشش سے وہ قسمت میں نہیں

ان سے کہہ دو نہ رکھیں غیر سے بھی کوئی امید
شیوۂ رحم و کرم جن کی طبیعت میں نہیں

فرحت روح اگر ہے تو امانت ہی میں ہے
راحت قلب نہیں ہے تو خیانت میں نہیں

کیا ہے انساں کا بھروسا کہ یہ ہے مثل حباب
ہے جسے سمجھے ہو تم وہ ہے حقیقت میں نہیں

شادمانی کو یہاں کی نہیں جب کوئی ثبات
کون دنیا میں ہے جو رنج و مصیبت میں نہیں

زیست کا لطف اگر ہے تو محبت ہی سے ہے
دل اگر صاف نہ ہو لطف محبت میں نہیں

کاہلی سے ہنروں کو یہی سمجھاتی ہے
عیش و آرام وطن ہی میں ہے غربت میں نہیں

کس طرح شاہد مقصود ترے ہاتھ آئے
دامن سعی اگر پنجۂ ہمت میں نہیں

اے خدا تجھ سے ہر اک چیز نہ کیوں مانگے ذہین
کونسی چیز ترے قبضۂ قدرت میں نہیں

بھروسا کیا کرے اس کا کوئی فانی یہ عالم ہے
زیادہ ہے یہاں رنج و الم عیش و طرب کم ہے

کئے جا نیکیاں ہر دم یہی جب تک ہے دم میں دم ترا
بھروسا کیا ہے اس دم کا سمجھ لے دم کوئی دم ہے

نکو نامی یہاں رہتی ہے اور نامی نہیں رہتا
نہ کسریٰ ہے نہ اب حاتم نہ اسکندر نہ اب جم ہے

زباں کے زخم کا کس سے مداوا ہے زباں ہی سے
پئے زخم درشتی لینت و نرمی ہی مرہم ہے

جہاں تک دیکھتے ادنیٰ کو اعلیٰ کو غرض سب کو
زیادہ فکر ہے دنیا کی فکر دیں بہت کم ہے

نہیں ہے کام کی وہ زندگی جس میں ہو بدنامی
بھلا ہے یہ کہ ہو نام رستم پہ زر رستم ہے

نہ آتی موت تو پھر خوشی سے کب کی آ جاتی
مگر یہ عالم فانی عجب ہی ایک عالم ہے

اٹھا لا منت دوناں نہ دوناں کے لئے ہرگز
اگر حلوہ بھی ذلت سے ملے تجھ کو سم ہے

سحر کو آفتاب آ جائیگا اسے بے خبر سر پر
گر شب کو بستر گل پر نہیں تو گل پہ شبنم ہے

کوئی رستم سے پوچھے کیوں اجل نے چت کیا تجھکو
کہ ہر تیری گئی طاقت کہاں تیرا وہ دم خم ہے

نہیں ہے دوستوں کی کچھ کمی عہد موافق میں
برے وقت آ گیا تو کوئی مونس ہے نہ ہمدم ہے

دو رنگئی جہاں سے اے ذہین افسردہ خاطر ہیں
خوشی ہو تو خوشی کس کو اگر غم ہے تو کیا غم ہے

کب وہ ہیں دوست جن میں خلوص و وفا نہیں
جو آشنا شناس نہیں آشنا نہیں

کھلتا ہے تجربہ سے یہ اچھا ہے وہ برا
باطن کا حال پہلے کوئی جانتا نہیں

کیوں اس خیال سے نہ ہو رنج و الم فزوں
دنیا میں غمگسار کوئی آشنا نہیں

ہیں خود غرض کی رفع غرض تک خوشامدیں
احساں کا پھر خیال اسے رہتا ذرا نہیں

جن کے رفیق و یار تھے عشرت میں سینکڑوں
عسرت میں اُن کا کوئی رفیق آشنا نہیں

تم اپنے آپ دوست بنو نفع پاؤ گے
غیروں کی دوستی سے کوئی فائدہ نہیں

اپنی مدد کرو تو خدا بھی معین ہو
یوں بے طلب معین کسی کا خدا نہیں

آرام چاہتے ہو تو سستی کو چھوڑ دو
راحت کا دشمن اس کے سوا دوسرا نہیں

محنت کے ساتھ کوشش و ہمت بھی شرط ہے
یہ ساتھ ہوں تو حاجت حاجت روا نہیں

منت شناس ہوتے ہیں جو ہوتے ہیں شریف
احسان کو رذیل مگر مانتا نہیں

ساتھی نہیں ہے کوئی برے وقت کا ذہین
مفلس کا کوئی یار کوئی آشنا نہیں

ہے گماں اس کا کہ اک دن بے گماں کچھ بھی نہیں
یہ زمیں کچھ بھی نہیں یہ آسماں کچھ بھی نہیں

کیا ہے انساں اک مشت استخواں کچھ بھی نہیں
بلبلہ پانی کا ہے عمر رواں کچھ بھی نہیں

سب ہیں فانی کیا زمیں کیا آسماں کچھ بھی نہیں
اک خدا کو ہے بقا سارا جہاں کچھ بھی نہیں

جن کے سر پر گل ہی کرتا تھا مگس رانی ہما
آج ان کی قبروں میں جز استخواں کچھ بھی نہیں

زندگی بھر ایک عالم جن کے تھا زیر نگیں
بعد مردن ان کا اب نام و نشاں کچھ بھی نہیں

رنگ کیا فصل خزاں لائیگی رکھ اسکا خیال
لالہ و گل کی بہار اے باغباں کچھ بھی نہیں

آہ سے مظلوم کی ڈر ظالم نخوت پرست
سامنے جس کے زمین و آسماں کچھ بھی نہیں

لوح عالم میں کہاں نقش وفا باقی رہا
مٹ گیا ایسا کہ آج اسکا نشاں کچھ بھی نہیں

اہل دنیا کی محبت ہے غرض کی اے فہیمؔ
غیر کی الفت کسی دل میں یہاں کچھ بھی نہیں

اے عندلیب رونق بستاں ہے چند روز
فصل بہار باغ میں یہاں ہے چند روز

دو دن کی خوشنوائی قمری چمن میں ہے
خوش قامتی سرو خراماں ہے چند روز

دل میں گلوں کے رہتی ہے ہر وقت یہ خلش
ہوگا یہ خارزار گلستاں ہے چند روز

لالہ کو بے ثباتی عالم کا داغ ہے
یوں دیکھنے کو باغ میں خنداں ہے چند روز

جسنے نہ دیکھی رنگ یہ نیرنگی خزاں
اے باغباں بہار گلستاں ہے چند روز

گل کیطرح گزار دو یاں ہنسکے زندگی
باغ جہاں میں صحبت یاراں ہے چند روز

کہتی ہے نے کہ تلخ یہاں کی ہیں لذتیں
دنیا کے ساز عیش کا ساماں ہے چند روز

انساں کیا ہے بحر جہاں کا ہے بلبلہ
مہمانسرا ہے دہر کا مہماں ہے چند روز

دنیا کے رنج و غم سے اسیروہ ہو ملول
چھوٹو گے اس سے جلد یہ زنداں ہے چند روز

ہے کچھ دنوں جہاں میں گدا کی گداگری
واحسرتا حکومت سلطاں ہے چند روز

کیا شان و جاہ و حسن و جوانی پہ کیجیے ناز
افسوس زندگانی انساں ہے چند روز

اک حال پر کوئی نہیں رہتا یہاں ذہین
خنداں ہے چند روز تو گریاں ہے چند روز

دنیا کی ہوس کیوں کرتے ہو دنیا ہی ہے سب فنا بابا
ضائع وہی جائیگا نہیں جو تم نے کسی کو دیا بابا
چشم عبرت کھولو دیکھو کیا کیا انگلوں نے کیا بابا
کچھ لطف و کرم کرکے دیکھو کچھ لطف اٹھاؤ دوستی کا
دنیا ہے یہ کھیتی عقبےٰ کی کام آئیگی نیکی دنیا کی
ہو کر انسان انسان سے تم کرتے ہو نفرت حیرت ہے
کیوں عرض تمنا کرکے یوں ہوتے ہو ذلیل اغیار پہ تم
ہستی پہ جو تم اتراتے ہو اک یہ بھی سراسر دھوکا ہے

لو اپنی لگاؤ خالق سے ہے ایک وہی جو بقا بابا
ظلمتکدۂ دوراں میں سدا دشمن یہ رہیگا دیا بابا
بے فہم و خرد وہ ہے جو بسر کرتا ہے تمہیں بھی کہا بابا
جاگیر ترقی ملجائیگی کر لو جو دو تو انا میں جا بابا
مخلوق بھی خوش خالق بھی ہو خوش کرو ایسا سودا بابا
سب بندے ہیں ایک ہی خالق کے سلطان ہو یا ہو گدا بابا
خالق سے کہو وہ سنتا ہے تم بندے ہو وہ مولا بابا
ہے تو ہے وہی تم کچھ بھی نہیں تم آپ کو سمجھے ہو کیا بابا

عاصی ہے ذہین خستہ جگر رحم اسپہ کرے رب اکبر
دو واس کو دعا محسن ہو اگر حق دے تمہیں اس کی جزا بابا

شکر خدا فراغت و عشرت میں چاہیے
جود و سخا و بذل امارت میں چاہیے
فکر اپنی [illegible] میں اسے
پہونچوگے تم بھی زینۂ بام مراد پر
ایذا دہی و شر ہے صفات درندگاں
دل صاف اگر نہ ہو تو نہیں دوستی کا لطف
منہ دیکھے کی ہے جھوٹی محبت جتاؤ کیوں

صبر و رضا مصیبت و عسرت میں چاہیے
رحم و عطا و عدل حکومت میں چاہیے
سعی بلیغ خلق کی راحت میں چاہیے
ہاں ہمت بلند عزیمت میں چاہیے
رحم و کرم بشر کی طبیعت میں چاہیے
صدق و صفا محبت و الفت میں چاہیے
عین خلوص چشم مروت میں چاہیے

احساں نہیں غرض ہے فراغت میں گر گیا
احساں کسی کے ساتھ مصیبت میں چاہیئے

دنیا کی جاہ کی طمع و حرص ہے فضول
پائے ثبات راہ قناعت میں چاہیئے

تا حالت زوال میں افلاس کا نہ رنج
ہر ایک سے سلوک امارت میں چاہیئے

اس زندگی کی فکر تو دن رات ہے مگر
سوچو کبھی کہ کیا تمہیں تربت میں چاہیئے

راضی جو ہو رضائے خدا پر وہی ہے مرد
راحت میں شکر صبر مصیبت میں چاہیئے

رہتا نہیں یہ نشۂ دولت کبھی مدام
ثروت میں انکسار طبیعت میں چاہیئے

بندے کی اس سے بڑھ کے سعادت نہیں ذہینؔ
ہر آن لو لگی ہوئی طاعت میں چاہیئے

اے بشر با غور کر ادراک و خرد تجھ میں اگر ہے

تجھ میں کیا علم و ہنر ہے　　تو خزف ہے کہ گہر ہے

خیر تجھ میں ہے کہ شر ہے　　ہے تو حیواں کہ بشر ہے

سوچتا کیوں نہیں ناداں ترا دھیان کدھر ہے

کیسے احباب ہیں جن میں ہے نہ اخلاق نہ الفت

نہ دلوں میں ہے محبت　　نہ تو آنکھوں میں مروت

نہ خصائل میں شرافت　　نہ طبائع میں حمیت

ہے تو الفت میں غرض ہے نہ وفا خوبیٔ صورت

لوگ کرتے نہیں باہمدگر امداد و اعانت
کیوں نہ نازل ہو مصیبت   کیوں نہ وارد ہو فلاکت
ٹوٹے کیوں ہم پہ نہ آفت   پھوٹے کیوں اپنی نہ قسمت
پھوٹ آپس میں ہے، تدبیر میں کیں، فکر میں شر ہے

دشمن دوست نما کام بنا لیتے ہیں اڑ کر
پھر عدو بنتے ہیں لڑ کر   ملتے جب ہیں تو اکڑ کر
سخت کہتے ہیں بگڑ کر   رنج دیتے ہیں جھگڑ کر
یہ شرافت نہیں نام اس کا ذہین آفت و شر ہے

پوچھتے کیا ہو کہ دل دوست غمخوار کا کیا ہے
معدن مہر و وفا ہے   مخزن صدق و صفا ہے
منبع جود و سخا ہے   مطلع علم و حیا ہے
نیر برج ولا، ابر کرم، کان گہر ہے

خود غرض لوگوں کا کیا کہئے کہ کیسا ہے قرینہ
سینہ ہے سینہ میں کینہ   دل کدورت کا خزینہ
سر ہوس کا ہے سفینہ   ہے زباں شر کا نگینہ
ایک کو ان سے نہیں فائدہ اور سو کو ضرر ہے

اس سرا میں نہ تو لیلیٰ ہی رہی اب نہ تو مجنوں
نہ تو مہدی ہے نہ ہارون — نہ ہے شداد نہ قارون
نہ ارسطو نہ فلاطون — نہ ہے بابر نہ ہمایوں
جم نہیں ہے تو نشاں اسکا کہاں جام کدھر ہے

ہو تو انگر بھی تو ہوتی ہے اُسے بخل میں خواری
بخل ہو جائے جو طاری — رُک رہے باد بہاری
بخل ہو جائے جو ساری — خشک ہو چشمہ جاری
اس سے ایمان کو اندیشہ ہے جانوں کو خطر ہے

یہ ہے ناسور کہ ہے زخم زباں۔ بار خدایا
تیغ کا زخم بھی دیکھا — وہ بھی ایسا نہیں ہوتا
نہیں یہ زخم سنان کا — ہے تو کیونکر ہو یہ اچھا
تھام لو دل کو ذرا ہیں دیکھ لو یہ چاک جگر ہے

اقوال مسلمہ

دل میں کھٹکے کھٹکے تو ملال کیا؟ محبت ہی تو ہے
کم کر دے جو انساں کو مستغنی قناعت ہی تو ہے

دیجئے آنکھوں میں جس کو جا مروت ہی تو ہے
گر نہ ہو دولت تو کیا پروا کہ دولت ہی تو ہے

کام و درانی ہو خالق جس سے طاعت ہی تو ہے
نکہت و کلفت ہو جس سے مودت ہی تو ہے
بعد اس تلخی کے شیرینی بھی آئے گا مزہ
کھو نہ بیٹھیں یہ جہاں ہے قول شرافت کی شریف
جس کے دل میں ہو نہ کچھ شر ہے فرشتہ وہ بشر
منفعل ہونا نہ عصیاں پر خطا پر ہے خلف
نفع ہے ہر اک سے ملتے میں کوئی نقصان نہیں
خلق جن کا ہو نہ اچھا ان سے کیا چشم وفا
لذت صبر و قناعت ہو اگر تجھ کو نصیب
سرکشو دیکھو اگر ہے آنکھ انجام حباب
عقل رکھو وقت کو دولت نہ سمجھو حیف ہے
منعموں کو ہے یہ قدرت شر کریں یا کار خیر
وقف و قربانی و فطرہ ہدی و اعتاق و زکوٰۃ
پل بنا یا مدرسہ یا چاہ یا مسجد و سرا
سعی و عاقل فضل خیر جتنے کرے ہیں سخی
سمجھو معنی و فی اموالکم حق اگر
لیس للانسان الا ما سعیٰ میں کیا کلام
ملک ہے ملک خدا ایسے وہ ہے فرمان خدا
رکھو الاعمال بالنیات کو پیش نظر

بات وہ خوش خلق ہو جس سے لطافت ہی تو ہے
جس سے حاصل ہو کشود کار راحت ہی تو ہے
صبر کر ہاں صبر بعد عسر عشرت ہی تو ہے
جس سے ہو مخلوق میں عزت شرافت ہی تو ہے
آدمی میں اور کیا ہے آدمیت ہی تو ہے
جس سے دھو جائیں گنہ اشک ندامت ہی تو ہے
کام آ جاتی کبھی صاحب سلامت ہی تو ہے
دیکھنے کی چیز آنکھوں کا مروت ہی تو ہے
خشک روٹی تیرے کھاتے گے تو ان نعمت ہی تو ہے
سرکشی کا اس کی باعث شاید نخوت ہی تو ہے
وقت کو سمجھے ہو کیا تم وقت دولت ہی تو ہے
جس سے نکلیں ہر طرح کے کام دولت ہی تو ہے
نذر و قربانی یہ سب نیکی بدولت ہی تو ہے
ہو بقائے نام جس سے مال و دولت ہی تو ہے
نامور جس سے ہوئے دنیا میں دولت ہی تو ہے
منعمو جس سے اللہ راضی ہو سخاوت ہی تو ہے
زینۂ اجلال و عزت سعی و ہمت ہی تو ہے
تجربہ حاصل ہو جس سے گو مصیبت ہی تو ہے
مصدر افعال شر و خیر نیت ہی تو ہے

اپنی بربادی ہے، غیروں کا بُرا چاہنا خیال
فائدہ غیبت سے کیا شرم و ندامت کے سوا
قہر و غصہ، اپنے ہوں یا غیر سب کو ناگوار
جس کی طینت میں کجی ہو کس طرح ہو راستباز
نامور دنیا میں نظروں میں معزز ہے کریم
وصف ذاتی گر نہ ہو وصف اضافی سے حصول
نیکنامی چاہتے ہو تو کرو عادت درست
دولت و آفت سے رہتا ہے سدا اموال میں
جُبن سے دشوار ہو جاتا ہے امر سہل بھی
عقل رکھ کر پاس کیوں ہو جائیں غم سے بدحواس
کھو گئی جب آبرو تو زندگی کس کام کی
ہے بجا اسکندر و جم کہیے گر سیّاح کو
جس سے نظروں سے گرے انساں ہو ساقط اعتبار
ہوں اقارب یا اجانب سب میں راحت کے شریک
گر کشائش چاہتے ہو ہاتھ کھینچو حرص سے
دوستی جس سے کرو اس کو نباہو بھی ضرور
بندگی جس نے نہ کی خالق کی وہ بندہ ہی کیا
مکر کر کے کس طرح آفت سے پاؤ گے نجات
کام دنیا کے نہیں چلتے اعانت کے بغیر

غیر کے پردے میں جو تعریف سعایت ہی تو ہے
جس سے دشمن دوست ناخوش سب ہوں غیبت ہی تو ہے
بات جو مرغوب ہے لطف و عنایت ہی تو ہے
حسن زیبا متلون تھا نہیں تغیر فطرت ہی تو ہے
نام بھی عزت بھی جس سے ہو سخاوت ہی تو ہے
سچی عزت جس سے ہوتی ہے لیاقت ہی تو ہے
جس سے سب کرتے ہیں عزت نیک عادت ہی تو ہے
جس سے ہو تذلیل و رسوائی خیانت ہی تو ہے
مشکل آساں جس سے ہو جائے شجاعت ہی تو ہے
دور ہو جس سے مصیبت عقل و فطنت ہی تو ہے
زندگی جس چیز کا ہے نام عزت ہی تو ہے
جام و آئینہ جو کچھ کہئے سیاحت ہی تو ہے
جھوٹی باتیں ہی تو ہیں پھیکی ظرافت ہی تو ہے
کوئی کام آتا نہیں جس میں مصیبت ہی تو ہے
بعد اس کے پاؤں پھیلا تو کہ وسعت ہی تو ہے
سب کی یکساں ہو تو کیونکر ہو طبیعت ہی تو ہے
جس لئے پیدا ہوا انساں عبادت ہی تو ہے
مکر تم جو کر رہے ہو یہ بھی آفت ہی تو ہے
کام ہر اک کے جو آتی ہے اعانت ہی تو ہے

سعی و محنت سے بھی جب امید بر آئے نہ کوئی
کیجئے لطف مدارا اپنے بیگانے کے ساتھ
چکھو تلخی کا مزہ آئیگا شیرینی کا لطف
آفتوں میں جو پھنساتا ہے وہ ہے اسراف ہی
نفع اپنا، غیر کا بھی فائدہ اعزاز بھی
فکر تربت کر کہ تعمیر محل ہے بے محل
کام کیا کرنا ہے سوچو اور رغبت سے کرو
جیسیوں ہی آفتیں ہیں صحبت ناجنس میں
ہے وہ نفرت دل میں جو رحم و کرم کو جانے دے
عدل پر بیٹھو تو لالچ کو نہ دو دل میں جگہ
رنج کو راحت ہی سمجھے آبرو کی زندگی
ہو جو زحمت کیوں کرو منت کسیکی سکا ہلو
کیا کریگا لیکے تو وصف اضافی بے ہنر
کرتے جاؤ سعی و محنت پاس آپنے دو نیا من
دولت وہ دشمن ہے وقت بد میں جو آئے نہ کام
خواہش شہرت اگر ہو کام کر اپنے سنوار
کرتے رہئے سعی احساں سے نہ ہمت ہارئے
لے نہ احساں ہمت مردانہ غیروں کا کبھی
بیخطر جرات کرو تم جو اگر عزم صواب

جس سے تسکین دل کو ہو جاتی ہے قسمت ہی تو ہے
ہے پسند خلق کیا؟ خلق و مروت ہی تو ہے
عافیت کی قدر رہو جس سے مصیبت ہی تو ہے
جو مصائب سے بچاتی ہے، کفایت ہی تو ہے
چارہ گر وہ پیشۂ اشرف طبابت ہی تو ہے
گھر حقیقت میں ترے رہنے کا تربت ہی تو ہے
حسن جس سے کام میں آتا ہے! رغبت ہی تو ہے
مسکن راحت، مقام امن؟ عزلت ہی تو ہے
جس سے نفرت دل میں پیدا ہو عداوت ہی تو ہے
جو تباہ و خوار کر دیتی ہے رشوت ہی تو ہے
تاب ذلت جو نہ لائے شرم و غیرت ہی تو ہے
چاپلوسی و خوشامد یہ بھی زحمت ہی تو ہے
سچی عزت جس سے ہو ذاتی شرافت ہی تو ہے
دل کو جو پژمردہ کر دیتی ہے حسرت ہی تو ہے
کام آتی دوستی، وقت مصیبت ہی تو ہے
نامور جس سے ہو انساں پاک شہرت ہی تو ہے
کوشش و ہمت، نشان فتح و نصرت ہی تو ہے
جس کو ناز اپنے عمل پر ہے فتوت ہی تو ہے
عزم کی تائید جس شے سے ہو جرات ہی تو ہے

دیکھو یہ فرشِ زمیں اور بے ستوں سقفِ فلک
کیسا صانع ہے خدا یہ اسکی صنعت ہی تو ہے

کیسی کیسی نعمتیں دیں اسنے کر شکر اے بشر
جان و عقل و دیں یہ سب اسکی عنایت ہی تو ہے

اسکے سب بندے ہیں کوئی شاہ کوئی ہے گدا
سب جسے کہتے ہیں قسمت اسکی حکمت ہی تو ہے

خلق کے رحم و کرم میں ہیں ہزاروں آفتیں
جس میں کچھ زحمت نہیں خالق کی رحمت ہی تو ہے

کون کرسکتا ہے پیدا بحر و بر شمس و قمر
کس کی یہ طاقت خدایا تیری قدرت ہی تو ہے

ہو اگر حاصل بصیرت طل ہی اپنا طور ہے
ہے جو رانی سا سویدا دل میں پربت ہی تو ہے

ہے وجودِ حق پہ حجت یہ نمودِ کائنات
جس سے وحدت کا پتہ ملتا ہے کثرت ہی تو ہے

ہیں بصیرت کی نظر میں ہیچ اشکال مجاز
جو حقیقت بیں ہے وہ چشمِ بصیرت ہی تو ہے

اے بشر کھائیگا ٹھوکر بوجھ ہے سر پہ سنبھل
ہے شرف جس سے تجھے حفظِ امانت ہی تو ہے

تو ہے بندہ چاہیے تیرا سرِ تسلیم خم
جس میں ہو حق کی رضا دینِ اطاعت ہی تو ہے

جو مصیبت ہے ہیں کارہ دل میں سوچیں تو ذرا
یاد آتا ہے خدا جس میں مصیبت ہی تو ہے

جس قدر ممکن ہو نیکی آج ہی کرلو ذہین
کل کو تم کیا کر سکو گے کل قیامت ہی تو ہے

غلط نامہ

غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح
دیکھوکے	۱	۶	دیکھو کہ	بزیکہ	۲۶	۱۰	بزغیکہ
اس آستان	۱	۸	اس کے آستان	اوروہ	۲۷	۶	اور
چوں وچرا	۱	۱۹	چون وچرا	مناسب	۲۹	۹	نامناسب
نعل گہر	۲	۳	نعل وگہر	معناً	۳۰	۹	معنیٰ
رہبانیت	۳	۱	رہبانیّت	تبنگڑ	۳۲	۱۱	تبکڑ
یہاں تک کے	۴	۱۷	یہاں تک کہ	ان پربھی	۳۳	۶	اس پربھی
فرعوں	۹	۵	فرعون	ہمیں پہنچاتا ہے	۳۵	۳	ہمیں نفع پہنچاتا ہے
انقلاب زمانے	”	۱۶	انقلاب زمانہ	پیٹ بھروں	”	۱۲	پیٹ بھرن
عزت نشیں	۱۴	۱	عزلت نشیں	وہ دھرے	”	۱۵	دیہ دھرے
دنیاکے	”	۱۱	دنیا بھرکے	زدا بھی	۳۷	۱۴	ذرا بھی
زباں	۱۹	۷	زبان	ھنُو	۳۹	۱۴،۱۰	ضَو
پھٹہ پڑے	۲۰	۱۶	پھٹ پڑے	ہمجنس	۴۱	۱۴	ہمارے ہمجنس
لوے	۲۳	۱۲	لوگ	توقع راحت و	۴۴	۳۰	توقع راحت
ہاتھ و پاؤں	”	۱۷	ہاتھ پاؤں	خیابان سبزہ زار	۴۰	۵	خیابان و سبزہ زار
علاوہ	۲۵	۹	الفاظ	کلیس	۵۰	۱۳	کلین
اذائیں	”	۱۵	اذانیں	ہیں	۵۰	۱۳	بین
اژدحام	۲۴	۹	ازدحام	اندھیری	”	۱۵	اندھیری کوٹھری

ہرہائیں	۵۱	۶	ہریائیں
دیکھیے	۵۲	۱۲	دیکھ کے
ریجھیں گے	″	۱۷	الجھیں گے
تہیب	۵۴	۶	مہیب
بہیجت	″	۱۲	بہیمت
ایک سویرے	۵۵	۱۳	ایکدن سویرے
کرشمۂ محبت	۵۶	عنوان	کرشمۂ محبّت
بھروسہ	۵۸	۱۷	بھروسا
فقرا	۶۱	۳	فُقَرا
عبادت علم	″	۵	عبادت اور علم
دولت مند ہوکر	″	۸	دولتمند دولتمند ہوکر
تفاوت ورہ	″	۹	تفاوتِ رہ
حاصل کرنے غفلت	۶۲	۳،۴	حاصل کرنے سے غفلت
جہانکہ	۶۸	۱۷	چنانکہ
ہیں	۷۰	۹	ہیں
ذ	″	۱۵	دنیا
اسیر	۷۳	۸	اسیر
چور	″	۱۹	چکور
غش	۷۴	۵	غشش
کیجیے	″	۱۶	کیجیے
از	۷۵	۱۹	اثر

شامت آئی	۷۶	۱۵	شامت آے
تفریح	۷۷	۷	تصریح
س	۷۸	۱۵	اِس
دلغ جگر	۷۹	۴	داغ جگر
کچھ بھی ہو	″	۵	کچھ ہو
کے مجھے	″	۶	نے مجھے
تفریح	″	۱۳	تصریح
نفع	۸۰	۶	تَصَنُّع
جسدم قصور	۸۳	۸	جُرم و قصور
معاد	۸۷	۱۴	مفاد
نے کی ہے	۸۸	۱۳	کی ہے
یہ تو نہیں	۸۹	۶	یہ نہیں
لھائے گا	″	۱۰	کھلائے گا
پنیپے	″	۱۳	پَنپنے
ہے گیا	۹۲	۱۴	ہے کیا
جان پر	″	۱۵	جاں بر
دو سوار	۹۳	۳	وہ سوار
سونچے	۹۵	۳	سوچے
خطظر	۹۷	۱۵	خَطَر
اُسی	۹۸	۱۶	اِسی
اُس سے	″	۱۷	اِس سے

نوک	۹۹	۱۱	تواِک	انساں	۱۱۳	۱۴	انسان
ہو	″	۱۷	ہو	چھوڑدے	۱۱۴	۷	چھوڑدے
اُس میں	۱۰۰	۱۲	اِس میں	تفریظ	″	۷	تقریظ
اُسی سے	۱۰۰	۱۶	اِسی سے	اللہ	″	۸	اہل اللہ
کس کے	″	۱۷	کسی کے	داریں	″	۱۲	دارین
اُس زمانہ	۱۰۲	۱۱	اِس زمانہ	ہمت سے ہے	۱۱۵	۲	ہمت سے یہ ہے
جھنکا	۱۰۳	۴	جھنکاے	خورداری	″	۱۳	خودداری
دیں	″	۵	دَین	ہوشمندی	۱۱۶	۱	ہوسمندی
اُس کی نظیر	۱۰۵	۱	اِس کی نظیر	—	۱۱۷	۹	—
بتوک	۱۰۷	۶	تبوک	کس کی زیں	″	۱۳	کس کی ہے زمیں
ذہین	۱۰۸	۷	ذہیں	رحمت میں	۱۱۸	۱۱	زحمت میں
جواب اُسکا	″	۹	جواب اِس کا	ذہین	۱۱۹	۱	ذہیں
اوداس	″	۱۰	اُداس	وہ	″	۲	ہو
اُس کی	۱۱۰	۲	اِس کی	حرماں	″	۳	حرمان
آماں	″	۱۰	اَماں	کس طرح	″	۵	کس لئے
آماں	۱۱۱	۴	اَماں	ہوشیار	″	۱۲	ہشیار
اُس کی	۱۱۲	۱۴	اِس کی	طرح	″	۱۵	طرح سے
اُس کو	″	۱۶	اِس کو	دیکھئے	″	″	دیکھیے
اُس سے	″	۱۷	اِس سے	وہ	″	۱۹	رہ
انساں	۱۱۳	۲	انسان	عالم ہے	۱۲۰	۸	یہ عالم ہے
انسان	″	″	انساں	یاس	″	۱۵	یاس

غلط	صفحہ	سطر	صحیح
عزیز	۱۲۰	۱۸	عزیز
یاد رفتگان	۱۲۳	۱	ذکر رفتگاں
گویا	۱۲۵	۱۶	گویا
مایوس	۱۲۸	۳	مانوس
اور وہ نمرود	"	۱۸	اور نمرود
سجدہ میں رکھے	۱۳۱	۱۰	سجدہ میں سر رکھے
نہ رگی	"	۱۸	نہ زندگی
ہر وقت	۱۳۲	۱۳	ہے وقت
عزیزو	۱۳۴	۱	عزیز
مہماں	"	۸	میہمان
سے یہی	۱۳۷	۴	ہے یہی
جناب	"	۱۰	حباب
پیش آتی	"	۱۱	پیش آئی
پہر	۱۳۹	۱۳	پھر
مہانسرا ہے	۱۴۲	۱۶	مہانسرائے
معصیت و عشرت	۱۴۳	۱۳	معصیت و عسرت
سراد	"	۱۶	مراد
حسن بس سے	۱۵۱	۷	حسن جس سے
لالچ	"	۱۰	لالچ
دولت	"	۱۵	دوست
بکاروں	[illegible]	۱۱	بے کاروں
آسماں کا	۱۱۹	۱۲	آسمان کا

قطعہ تاریخ طباعت اول از سخنور کامل جناب مولوی سید نوازش علی صاحب لمعہ مرحوم

ہیں یہ مضامین جناب ذہین
ہے گل اخلاق کا گویا چمن
لمعہ نے بھی طبع کا لکھا ہے سال
گلشن اخلاق جمیل و حسن

۱۳۳۹ھ

مطبوعہ مطبع مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی حیدرآباد دکن